I'LL DO IT MY WAY
The incredible journey of
Aamir Khan
Christina Daniels

بالی وڈ کا مسٹر پرفیکشنسٹ

نامور اداکار اور پروڈیوسر عامر خان کے ناقابلِ یقین فلمی سفر کی دلچسپ روداد

عبدالحفیظ ظفر

پچھلے کئی برسوں سے بالی وڈ پر تین خانوں کی حکومت ہے جن میں شاہ رخ، سلمان خان اور عامر خان شامل ہیں۔ بالی وڈ کی تاریخ میں خانوں نے ہمیشہ اپنی فنی عظمت کی دھاک بٹھائی ہے۔ ان خانوں نے اپنی لازوال اداکاری سے اپنی الگ شناخت بنائی اور انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔ ان میں یوسف خان (دلیپ کمار) عباس خان (سنجے خان)، فیروز خان، ذاکر خان (جنیت)، امجد خان، حامد خان (اجیت) رشید خان، ناصر خان، سیف علی خان، فردین خان اور قادر خان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تقریباً پچھلے دو عشروں میں خانوں کی یہ ٹرائیکا یعنی شاہ رخ خان، سلمان خان اور عامر خان نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے کروڑوں لوگوں کو متاثر کیا۔ ان تینوں خانوں نے ہر طرح کی کردار نگاری کی اور اپنے آپ کو ورسٹائل اداکار ثابت کیا۔ شاہ رخ خان کو کنگ خان۔ سلمان خان کو دبنگ خان اور عامر خان کو مسٹر پرفیکشنسٹ کا خطاب دیا گیا۔ ویسے تو ان تینوں خانوں کا انداز اپنا اپنا ہے لیکن عامر خان کچھ وکھری ٹائپ کے اداکار ہیں۔ ایک تو کم فلموں میں کام کرتے ہیں کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک کام کرتے ہیں۔ دوسرے یہ اپنے کام سے ذرا کم ہی مطمئن ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا ہر پراجیکٹ ذرا دیر سے ہی مکمل ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے تو زبردست کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ معروف ادیب، شاعرہ اور فلمی کالم نگار کرسٹنا ڈینئلیز نے عامر خان پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے آئی ول ڈو اٹ مائی وے (I will do it my way) کتاب کا نام ہی عامر خان کے مزاج کی نشاندہی کرتا ہے۔ یعنی وہ ایک ایسا شخص ہے جو ہر کام اپنے طریقے سے سرانجام دیتا ہے اور اس میں وہ کوئی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔ یہ کتاب دراصل عامر خان کا فلمی سفر (Filmo Graphy) ہے۔ یہ سفر کتنا صبر آزما، مشقت سے بھرپور اور جاں گسل تھا، کرسٹنا ڈینئلیز نے اس کی بھرپور طریقے سے عکاسی کی ہے۔ ہم عامر خان کے اس سفر کی روداد نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔ یقیناً ان کے لئے اس میں دلچسپی کا کافی سامان ہوگا۔

☆☆☆☆

سہ پہر کو دروازے کی گھنٹی زور سے بجی۔ فلمساز طاہر حسین سے گفتگو کے لئے ایک اور مہمان کی آمد ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی فلم کی کہانی پر بات شروع ہوگئی۔ ان کے ساتھ طاہر حسین کا آٹھ سالہ بیٹا عامر خان بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بڑے انہماک سے دونوں کی گفتگو سنی۔

کئی سالوں تک فلم پروڈیوسر طاہر حسین کے گھر بے شمار لوگ مختلف فلمی کہانیاں لے کر آتے رہے۔ بعض لوگ صرف مرکزی خیال ہی سنانے آتے تھے۔ جب بھی وہ آتے عامر بڑی خاموشی سے ان سب کی گفتگو سنتا رہتا۔ عامر خان کی عمر صرف بارہ سال تھی جب اس کے والد نے مختلف فلمی کہانیوں کے بارے میں اس کی رائے لینا شروع کردی۔ 25 سال پہلے ٹی وی کے ایک پروگرام میں اس نے کبیر بیدی کو بتایا تھا کہ اس نے اپنے سارے بکھرے ہوئے مشاہدات کو اکٹھا کرلیا ہے۔ عامر خان کے والد طاہر حسین نے اپنی اولاد کے لئے کچھ اور ہی سوچا ہوا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ ہندی فلمی صنعت سے دور رہیں۔ یہی وجہ تھی کہ عامر خان اپنے بچپن میں فلمسازی کے بکھیڑوں میں نہیں پڑا۔ 1990ء میں طاہر حسین نے ایک انٹرویو میں صاف لفظوں میں کہا تھا کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا فلم کو اپنا کیریئر بنائے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ فلمی زندگی غیر یقینی حالات سے بھری پڑی ہے۔ ظاہر ہے طاہر حسین سے زیادہ بھارتی فلمی صنعت کو اور کون جانتا ہوگا وہ اور ان کے بھائی ناصر حسین نے بہت تلخ دور دیکھا تھا۔ انہیں ہندی فلمی صنعت کی کشش ممبئی لائی تھی۔ سب سے پہلے ناصر حسین لکھنو سے ممبئی آئے۔ انہوں نے فلمستان ادارے کی فلم "انارکلی" کا سکرپٹ لکھا اور پہلی ہی فلم میں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔ طاہر حسین 1955ء میں ممبئی آئے۔ ناصر حسین بہت جلد ہدایت کاری کے میدان میں بھی کود پڑے اور انہوں نے سب سے پہلے "تم سا نہیں دیکھا" کی ہدایات دیں۔ اس فلم کی کامیابی سے شمی کپور ایک اداکار کی حیثیت سے اور ناصر حسین ہدایت کار کے طور پر تسلیم کرلیے گئے۔ ناصر حسین نے اپنا ادارہ ناصر حسین فلمز قائم کرلیا۔ اس ادارے کے تحت انہوں نے "دل دے کے دیکھو" بنائی جو سپرہٹ ثابت ہوئی۔ ساٹھ اور ستر کی دہائی میں ناصر حسین نے کئی میگا ہٹ فلمیں دیں جن میں مذکورہ فلموں کے علاوہ "جب پیار کسی سے ہوتا ہے"، "پھر وہی دل لایا ہوں"، "تیسری منزل"، "بہاروں کے سپنے"، "پیار کا موسم"، "کارواں"، "یادوں کی بارات" اور "ہم کسی سے کم نہیں" شامل ہیں۔ طاہر حسین پھر اپنے بھائی ناصر حسین کے اسسٹنٹ بن گئے اور بعد میں وہ فلمساز کے روپ میں سامنے آئے۔ اپنے آپ کو ایک کامیاب ہدایت کار دیکھنے کا خواب کئی برس تک پورا نہ ہوسکا۔ وہ اس حقیقت سے ناآشنا تھے کہ ان کا یہ خواب ان کے فرزند عامر خان کے توسط سے ہی پورا ہوگا۔ ناصر حسین کی فلموں کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ ایک تو وہ موسیقی پر بہت توجہ دیتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی فلموں کے گیت آج بھی بے حد مقبول ہیں اور انہیں ری مکس کیا جارہا ہے۔ دوسرے وہ نت نئے تجربات کرتے رہتے تھے اور نئے چہروں کو مواقع دیتے تھے۔ "تیسری منزل" میں انہوں نے جس طرح آر ڈی برمن سے کام لیا اس کی جتنی داد دی جائے کم ہے۔ تجربات کے حوالے سے عامر خان کا کہنا ہے کہ وہ دوسروں کے پیسے سے تجربات کرنے کے حق میں نہیں۔ اگر یہ ناکام ہوجائیں تو کتنا زبردست مالی نقصان ہوسکتا ہے۔ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

چار بہن بھائیوں میں عامر خان کا نمبر دوسرا ہے۔ سب سے بڑی نگہت، پھر وہ خود، اس کے بعد فیصل اور فرحت ہیں۔ عامر خان کی بچپن کی سب سے حسین یاد بائیسکل کا خریدنا ہے۔ وہ دن آج بھی اس کے ذہن سے محو نہیں ہوتا جب اس کی والدہ نے اسے بائیسکل لے کردی تھی۔ ممبئی میں گزارے گئے بچپن کے دنوں کی سب سے خوبصورت یادوں میں اس کا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ کھیلنا اور پتنگ اڑانا ہے۔ بچپن سے لے کر اب تک عامر کتابوں اور جانوروں سے محبت کرتا آیا ہے۔ وہ کئی بار فلموں کے سیٹ پر بھی جانوروں کے ساتھ دیکھا گیا۔ ان جانوروں میں کتے، بلیاں اور حتیٰ کہ سانپ تک شامل ہیں۔ "تم میرے ہو" کے سیٹ پر وہ ایک ننھے کوبرا کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اسی طرح جو جیتا وہی سکندر کی شوٹنگ کے دوران وہ ایک کتے کو گھر لے گیا۔ بچپن میں وہ بہت کم سینما جاتا تھا۔ کتابوں سے خاصی رغبت تھی۔ چھ سال کی عمر میں اس نے اینڈ بلائی ٹن کا مطالعہ کرلیا تھا۔ جلد ہی اس نے الفریڈ ہچکاک، ہارڈی بوائز اور نینسی ڈریو کو بھی پڑھ ڈالا۔ جب اسے مہینے کے 20 روپے جیب خرچ ملنے لگا وہ اس رقم سے کتابیں خرید لیتا۔ اس کے پسندیدہ ادیبوں میں پی جی ووڈ ہاؤس، چارلس ڈکنز اور لیو ٹالسٹائی شامل ہیں۔ طاہر حسین کہتے ہیں کہ عامر نے کبھی ان کے لئے بھی مسائل پیدا نہیں کئے۔ (He was never a problem Child) صرف ایک دفعہ اس کی وجہ سے ہم سخت پریشان ہوئے تھے۔ جب عامر صرف پانچ ماہ

ننھا عامر خان اپنے والد طاہر حسین، بہن نگہت اور والدہ زینت حسین کے ساتھ

آپ بیتی

کا تھا۔ ایک دن میں گھر داخل ہوا تو گھر کی آیا اور عامر کی ماں چیخ رہی تھیں۔ میں بھی گھبرا گیا۔ میں نے دیکھا کہ عامر پلنگ پر لیٹا ہے اور بالکل سانس نہیں لے رہا۔ میں آلہ تنفس کے ذریعے پانچ منٹ تک اس کا سانس بحال کرتا رہا۔ انجام کار اس کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور میں اسے فوری طور پر ہسپتال لے گیا۔ اور وہ ایک دن میں ہی بھلا چنگا ہو گیا۔ اس کے علاوہ عامر خان نے کبھی اپنے والدین کے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کیا۔ اس نے اعلیٰ درجے کے سکولوں میں اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ اس کا سب سے اہم ہم جماعت آدیتہ بھٹا چاریہ تھا جو آگے چل کر بہت اچھا فلم ساز بنا اور پھر عامر نے اس کے ساتھ مل کر سب سے پہلے فلمسازی کے حوالے سے نئے تجربات کیے۔ کئی برسوں بعد "تارے زمیں پر" کی ریلیز کے حوالے سے منعقد ہونے والی تقریب میں عامر کے ایک سکول ٹیچر نے بھی شرکت کی۔ اس ٹیچر کو عامر کے بارے میں سب کچھ یاد تھا۔ اس نے بتایا کہ عامر خان کوئی کتابی کیڑا نہیں تھا لیکن وہ بہت ذہین تھا۔ مشکل سے مشکل چیز کو آسانی سے سمجھ لیا کرتا تھا۔ عامر خان کا اپنے سکول کے دنوں کے بارے میں کہنا ہے کہ وہ جارح مزاج تھا۔ کسی لڑکے کو اسے تنگ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ عامر کے کزن اور ناصر حسین کے بیٹے منصور خان کا کہنا ہے کہ عامر خان ایک بہت شرمیلا اور خاموش طبع لڑکا تھا۔ یہ تو مجھے بہت بعد میں پتہ چلا کہ وہ اداکاری میں دلچسپی رکھتا ہے۔ میں اکثر سوچتا تھا کہ ایک شرمیلا شخص کیمرے کا سامنا کیسے کرے گا۔ میرا اپنے آپ سے کیا گیا سوال بالکل درست تھا لیکن پھر اس نے ہم سب کو حیران کر دیا۔ کچھ عرصے بعد ہم سب نے محسوس کیا کہ اس کی کایا کلپ ہو گئی ہے۔ عامر خان وہ عامر خان رہا ہی نہیں اب وہ اعتماد کی دولت سے مالا مال تھا۔ لیکن اس کے باوجود ابتدا میں وہ جذباتی مناظر بہت عمدگی سے فلمبند کرواتا تھا۔ لیکن شوخ کردار شاندار طریقے سے نبھانے کے لئے اسے کچھ سال لگ گئے۔ غالباً "رنگیلا" وہ فلم تھی جس میں اس نے اتنے خوبصورت طریقے سے شوخ کردار نبھایا کہ فلم بین عش عش کر اٹھے۔ دراصل عامر خان کی شخصیت کی تعمیر میں اس کی والدہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ عامر خود اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ اپنی والدہ سے بے حد متاثر ہے۔ وہ ایک حیران کن خاتون ہیں، بہت متوازن اور سمجھدار۔ عامر خان اپنے چچا ناصر حسین سے بھی بہت متاثر ہے۔ ناصر حسین نے اسے اپنی مشہور زمانہ فلموں "یادوں کی بارات" اور "پیار کا موسم" میں چائلڈ سٹار کے طور پر متعارف کرایا۔ ناصر حسین چونکہ خود بھی تجربات کرتے رہتے تھے، لہٰذا عامر خان پر بھی اس چیز کا بے حد اثر ہوا۔ اپنے آپ پر اعتماد اور خطرات مول لینا عامر خان کی سرشت کا لازمی حصہ بن گئے۔

پھر وقت نے کروٹ لی۔ ایک دن کیا ہوا۔ ٹریفک سگنل کی بتی سرخ ہوئی۔ کار میں بیٹھے ہوئے حسین وجمیل نوجوان نے رفتار آہستہ کر دی۔ اس نے جونہی کار کی کھڑکی سے باہر جھانکا، اس نے آٹو رکشا چلانے والے کئی افراد کو دیکھا جو اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ "کیا یہ مجھے جانتے ہیں" نوجوان نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ نہیں یہ تو مجھے جانے پہچانے نہیں لگتے۔ اس نے خود ہی جواب دیا۔ "کیا یہ کسی اور کی طرف تو نہیں دیکھ رہے" اس نے پھر اپنے آپ سے سوال کیا۔ "نہیں ایسا نہیں۔ یہ میری طرف ہی دیکھ رہے ہیں"۔ بس یہی وہ دن تھا جب عامر خان کو اس بات کا مکمل احساس ہو گیا کہ وہ فلم سٹار بن چکا ہے اور اب اس کی زندگی کی ڈگر مکمل طور پر تبدیل ہو جائے گی۔ اب اسے خود اپنی زیست کوئی راہوں پر چلانا پڑے گا۔ حقیقی بات تو یہ تھی کہ اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا راستہ تھا ہی نہیں۔ کامیابیوں کا سفر جاری رکھنے کے لئے عزم واستقامت، زبردست قوت ارادی اور کامل یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے اور عامر نے ان سب چیزوں کا ادراک کر لیا تھا۔ اس کی ذہن کی تختی پر ایک فقرہ لکھا جا چکا تھا کہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا۔ آگے بڑھنا ہے ہر صورت میں۔ اسی کی دہائی کے آخر تک عامر خان کی تین فلموں نے بھارتی عوام کے ذہنوں کو تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔ یعنی یہ وہ اداکار تھا جس نے ذہنی انقلاب برپا کر دیا۔ یہ تین فلمیں تھیں "قیامت سے قیامت تک"، "راکھ" اور "دل"۔ "قیامت سے قیامت تک" نے بیس سال کی عمر تک کے نوجوانوں کو بہت زیادہ متاثر کیا بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ یہ کروڑوں لڑکے اور لڑکیاں عامر خان کے دیوانے ہو گئے۔ اس کے بعد "راکھ" میں عامر نے جو کردار ادا کیا اس سے اس نے اپنے آپ کو ایک ورسٹائل اداکار ثابت کر دیا۔ "دل" کی زبردست

"دل ہے کہ مانتا نہیں" عامر خان کی کیپ نے دھوم مچا دی

"پاپا کہتے ہیں بڑا نام کرے گا" اور بیٹے نے کر دکھایا

کامیابی نے اس حقیقت پر مہر ثبت کر دی کہ وہ نوجوانوں کے دلوں پر راج کرتا ہے۔

اپنی پہلی سپر ہٹ فلم "قیامت سے قیامت تک" نے اگرچہ عامر کو شہرت کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا تھا جہاں کا بے شمار اداکار صرف خواب دیکھتے ہیں۔ کیا یہ کم اعزاز ہے کہ پہلی ہی فلم سے وہ نوجوانوں (Teenagers) کا محبوب ہیرو بن گیا۔ اس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ پورے ملک میں عامر ہسٹریا سرایت کر گیا ہے۔ بھارت کے معتبر ترین اخبارات اور جرائد نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ اسی کی دہائی کی سب سے بڑی دریافت عامر خان ہے۔ یہ اسی فلم کی عدیم النظیر کامیابی کا شاخسانہ تھا کہ ہندی فلمی صنعت میں کالج بوائز اور گرلز کی لو سٹوریز پر فلمیں بنانے کا رواج فروغ پا گیا۔ عامر کو فلم فیئر ایوارڈ کے لئے نامزد کیا گیا لیکن ایوارڈ لے اڑے تجربہ کار انیل کپور۔ انہیں تیزاب فلم میں منا کے کردار پر اس کا حق دار ٹھہرایا گیا۔ "راکھ" اس لحاظ سے اہم فلم گردانی جاتی ہے کیونکہ اس میں عامر خان نے منفی کردار ادا کیا تھا۔ یہ فلم اگرچہ باکس آفس پر اتنی زیادہ کامیاب نہیں ہوئی جتنی توقع کی جا رہی تھی، لیکن اس میں عامر خان کی اداکاری کو بہت سراہا گیا۔ اتنی چھوٹی عمر میں ایک منفی کردار ادا کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ خصوصاً ان حالات میں جب آپ ایک سپر ہٹ رومانی فلم میں اپنی فطری اداکاری کی دھاک بٹھا چکے ہوں اور پورے ملک کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں آپ کو اپنا محبوب ہیرو تسلیم کر چکے ہوں۔ "قیامت سے قیامت تک" کے بعد عامر کی سب سے کامیاب فلم "دل" تھی۔ لیکن اس کے بعد "لولو" اور "اول نمبر" باکس آفس پر ناکام رہیں۔ اس کے بعد "دیوانہ مجھ سا نہیں" اور "جوانی زندہ باد" نے اچھا بزنس کیا۔ لیکن اس کے بعد آنے والی دو فلمیں "افسانہ پیار کا" اور "دولت کی جنگ" کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکیں۔ اس پر عامر خان سوچ میں پڑ گیا۔ سب سے پہلے وہ جس منطقی نتیجے پر پہنچا وہ یہ تھا کہ اسے فوری طور پر ہر فلم سائن نہیں کرنی چاہیے اور اس معاملے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ اسے یاد تھا کہ لیجنڈ اداکار دلیپ کمار نے بھی اسی اصول پر قائم رہتے ہوئے زیادہ فلمیں سائن نہیں کیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک بہت طویل عرصے تک اپنے امیج کو برقرار رکھا اور وہ اس الزام سے بھی بچ گئے کہ انہوں نے دولت کی خاطر غیر معیاری فلموں میں کام کیا۔ "دل" کی شوٹنگ کے دوران ہی عامر نے مادھوری ڈکشٹ کو یہ بتا کر حیران کر دیا کہ تم بہت بڑی ہیروئن ہو گی۔ اس پر فلم کے ہدایت کار نے مادھوری سے کہا کہ یوں سمجھو کہ اب تم بہت بڑی ہیروئن بن گئی ہو۔ عامر خان نے اس کے بعد جو نقشہ اپنے لیے بنایا وہ بڑی کامیابی سے اس پر چلتا گیا۔ اس کے لئے سب سے اہم بات تھی موضوعات کا تنوع۔ اور اس نے بعد میں آنے والی فلموں میں ثابت کیا کہ وہ اپنی بات پر قائم ہے۔ اس نے خود ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا تھا کہ میں اس وقت بھی ایک کام کرتا ہوں اور میری تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ فلم بین یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ انہوں نے اس سے پہلے ایسی فلم نہیں دیکھی۔ اس کے کان بھارت کے کروڑوں فلم بینوں کی زبان سے ایک فقرہ سننے کو ترس رہے تھے کہ "یہ عامر خان بھی کیا چیز ہے"۔ اور اس کی یہ آرزو پوری ہو گئی بعد میں آنے والی فلموں جن میں "انداز اپنا اپنا"، "لگان"، "دل چاہتا ہے"، "رنگ دے بسنتی"، "تارے زمین پر" اور "گجنی" شامل ہیں نے یہ ثابت کیا کہ عامر خان جو ایک بار ٹھان لیتا ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچا کر دم لیتا ہے۔ "دل" اور "انداز اپنا اپنا" میں عامر کی مزاحیہ اداکاری کو بھی بہت پسند کیا گیا۔ لیکن اس کے بعد عامر خان نے فلموں کی بجائے اشتہارات میں کامیڈی شروع کر دی اور اس کا یہ فیصلہ بہت درست ثابت ہوا۔ آدیتہ بھٹا چاریہ کی خواہش تھی کہ عامر خان مکمل طور پر ایک مزاحیہ فلم میں کام کرے اور عامر کا بھی ارادہ ہے کہ وہ مناسب وقت پر یہ کام بھی کر دکھائے گا۔

عامر خان کی پہلی شادی کے بارے میں بہت کم لوگوں کو صحیح معلومات ہیں۔ اس بارے میں مختلف خبریں سننے میں آتی رہیں۔ عامر کی مداح لڑکیاں اس وقت حیرت زدہ رہ گئیں جب انہیں پتہ چلا کہ عامر خان نے "قیامت سے قیامت تک" کی شوٹنگ کے دوران ہی رینا دتہ سے شادی کر لی۔ رینا دتہ نے سینٹ اکسپاویز کالج سے گریجوایشن کی تھی اور ان کے والد ایئر انڈیا میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ عامر اور رینا میں شروع شروع میں ذہنی ہم آہنگی کا فقدان تھا۔ بہت کم چیزیں ایسی تھیں جو دونوں میں مشترک تھیں۔ بعد میں عامر نے ایک انٹرویو میں یہ تسلیم کیا کہ وہ رینا کی حس ظرافت سے بہت متاثر ہوا۔ انہوں نے کورٹ میرج کر لی۔ اس وقت عامر زندگی کی اکیس بہاریں دیکھ چکا تھا۔ دونوں نے اس شادی کو اپنے گھر والوں سے خفیہ رکھا۔ آخر رینا کی چھوٹی بہن کو شک گزرا اور اس نے دھمکی دی کہ وہ اپنے والد کو سب کچھ بتا دے گی۔ اس پر عامر اور رینا نے اپنے والدین کو حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ عامر خان کے والد طاہر حسین نے رینا کو فوری طور پر اپنی بہو تسلیم کر لیا اور اسے نئے گھر میں خوش آمدید کہا۔ لیکن رینا کے والدین کو یہ خبر قبول کرنے کے لئے کچھ وقت چاہیے تھا۔ رینا کے والد دتا صاحب کو اس خبر سے اتنی تکلیف پہنچی کہ انہیں ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ عامر اپنے سسر کی عیادت کے لئے ہسپتال پہنچ گیا اور آخر کار اس کے سسر نے بھی اس شادی کو قبول کر لیا۔ اور یہیں سے مسز رینا دتہ سے 16 سال کے عرصے پر محیط شادی کا آغاز ہوا۔ رینا دتہ عامر سے صرف دو برس چھوٹی ہے۔ "قیامت سے قیامت تک" کی شوٹنگ کے بعد جوہی چاولہ (مذکورہ فلم کی ہیروئن) نے انکشاف کیا کہ عامر رینا کو روز خط لکھتا تھا۔ ایک موقع پر ہمارا فلم یونٹ اوٹی سے بنگلور جانے کے لئے تیاریاں کر چکا تھا۔ لیکن عامر کا رینا سے فون پر رابطہ نہ ہو سکا گاڑیاں تیار تھیں لیکن عامر خان اشک بھری آنکھوں سے ہم سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے صاف لفظوں میں بتا دیا کہ جب تک وہ رینا سے فون پر بات نہیں کر لیتا وہ وہاں سے نہیں جائے گا۔ "قیامت سے قیامت تک" ریلیز کے لئے بالکل تیار تھی لیکن ایک گھمبیر مسئلے نے پوری ٹیم کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ اس مسئلے پر بہت سوچ بچار کی گئی اور پھر یہ طے ہوا کہ فلم کے ہیرو کو ہرگز شادی شدہ ظاہر نہ کیا جائے۔ اس سے فلم کی پبلسٹی متاثر ہونے کا احتمال ہے۔ ایسا ہی ہوا۔ لیکن بعد میں جب فلم بینوں کو عامر کے شادی شدہ ہونے کا علم ہوا تو ہم سب نے دیکھا کہ عامر کی مقبولیت پر کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ اس کی شہرت کا آفتاب اسی طرح چمکتا رہا جیسے آج ہے۔

رینا دتہ نے اپنے آپ کو ہمیشہ فلمی دنیا سے دور رکھا۔ وہ کچھ عرصے تک ایک ٹریول ایجنسی میں کام کرتی رہی وہ بس کے ذریعے سفر کرتی تھی اور اس نے کبھی یہ پبلسٹی نہیں کی کہ وہ عامر خان کی بیوی ہے۔ ایک ایسا موقع آیا جس سے رینا دتہ کو خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے شوہر عامر خان کی بے پناہ مقبولیت اور جذباتی مداحین نے اسے ایک عجیب صورت حال سے دوچار کر دیا۔ کمپیوٹر کی کلاس میں ہر کسی نے لیکچرر کو ترغیب دی کہ امتحان ملتوی کر دیا جائے تاکہ وہ تمام عامر خان کی سپرہٹ فلم "دل" دیکھنے جا سکیں۔

اب عامر اور رینا نے اپنی ازدواجی زندگی کے لئے چند نئے اصول وضع کرنے کے بارے میں سوچا۔ قدرت نے مہربانی کی، اور عامر اور رینا دو بچوں کے ماں باپ بن گئے۔ اس ضمن میں عامر کا کہنا ہے کہ 1993ء میں جب اس کا بیٹا جنید اس دنیا میں آیا تو اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کی زندگی مکمل طور پر تبدیل ہو گئی ہے۔ باپ بننے کے بعد جو خوشی میں نے محسوس کی اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میری ترجیحات اور میری ذمہ داریاں سب کچھ تبدیل ہو گیا۔ اب عامر خان نے ایک نوجوان شوہر اور باپ کی حیثیت سے اپنا سفر شروع کر دیا۔ عامر اس بات پر بہت فخر محسوس کرتا ہے کہ اس نے بہت ساری فلموں میں بالکل مختلف کردار ادا کیے۔

"قیامت سے قیامت تک" کے پریمئر کے موقع پر عامر خان اور جوہی چاولہ، رشی کپور کے ساتھ

"دل ہے کہ مانتا نہیں"، "جو جیتا وہی سکندر"، "انداز اپنا اپنا"، "ہم ہیں راہی پیار کے"، "رنگیلا"، "اکیلے ہم اکیلے تم"، "راجہ ہندوستانی" اور "عشق" سب کی سب ایسی فلمیں تھیں جن میں عامر خان بالکل مختلف روپ میں عوام کے سامنے آیا۔ عامر خان کو یہ مکمل یقین ہے کہ وہ خدا کی طرف سے عوام کے لئے تحفہ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جتنا مزا اسے "دل ہے کہ مانتا نہیں" میں کام کرتے آیا۔ شاید ہی کہیں اور آیا ہو۔ مہیش بھٹ کی یہ فلم 1991ء میں ریلیز ہوئی تھی اور اس کے گیتوں نے بھارت اور پاکستان میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ ندیم شیراون کا نام گھر گھر گونجنے لگا تھا۔ اس فلم میں عامر نے ایک صحافی کا کردار ادا کیا تھا۔ "دل ہے کہ مانتا نہیں" میں کام ملنا عامر کے لئے بہت مسرت وانبساط کا باعث بنا۔ وہ خود مہیش بھٹ جیسے ہدایتکار کی فلم میں کوئی اہم کردار ادا کرنے کا آرزو مند تھا۔ اس وقت مہیش بھٹ نے ہندی فلمی صنعت میں اپنا ایک الگ مقام بنا لیا تھا۔ ان کی فلموں "لہو کے دو رنگ"، "ارتھ"، "جنم"، "نام"، "کاش" اور "ڈیڈی" نے بہت دھوم مچائی تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس سے پہلے مہیش بھٹ نے عامر کو اپنی فلم میں مرکزی کردار ادا کرنے کے لئے پیش کش کی تھی لیکن عامر نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ اسے سکرپٹ اچھا نہیں لگا۔ آج حالات کچھ اور تھے اس نے مہیش بھٹ سے کہا کہ وہ ان کے ساتھ ہر صورت میں کام کرنا چاہتا ہے۔ پہلے کی بات بھول جائیں کیونکہ مجھے سکرپٹ اچھا نہیں لگا تھا۔ لیکن فلم تو میں آپ کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر مہیش بھٹ نے "دل ہے کہ مانتا نہیں" کا سکرپٹ عامر کے حوالے کیا۔ عامر نے اسے غور سے پڑھا اور اوکے کر دیا۔ "دل ہے کہ مانتا نہیں" 1956ء میں بننے والی نرگس اور راج کپور کی مشہور فلم "چوری چوری" کا ری میک تھی۔ "چوری چوری" میں اپنے زمانے کے معروف کامیڈین گوپ نے نرگس کے باپ کا کردار ادا کیا تھا۔ جبکہ یہی کردار "دل ہے کہ مانتا نہیں" میں انوپم کھیر نے ادا کیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ "دل ہے کہ مانتا نہیں" نے نوجوانوں کو دیوانہ بنا دیا تھا تو یہ غلط نہ ہوگا۔ پورے بھارت میں عامر خان کی نیوی کی ٹوپی (Naval Cap) اتنی مشہور ہوئی کہ خدا کی پناہ۔ ہر نوجوان وہی ٹوپی پہنے پھرتا تھا یا پھر اس کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اس فلم نے باکس آفس پر بہت زیادہ بزنس کیا۔ فلم کی ہیروئن پوجا بھٹ کو بھی اتنی مقبولیت ملی کہ ایک بہت بڑی تعداد میں اس کے پوسٹرز چھپ کر مارکیٹوں میں آ گئے اور لوگوں نے یہ پوسٹر گھروں میں لگانے شروع کر دیے۔

عامر خان کا خیال ہے کہ "دل ہے کہ مانتا نہیں" میں اس نے نظم وضبط کا بہت خیال رکھا اور اداکاری کا جو دائرہ اس نے کھینچا تھا اس کے اندر رہ کر ہی اس نے سب کچھ کیا۔ 90ء کی دہائی میں بننے والی اپنی فلموں میں اسے سب سے زیادہ "دل ہے کہ مانتا نہیں" پسند ہے۔ اس کے بعد باری آئی ایک ایسی فلم کی جسے عامر خان کے کزن منصور خان نے ڈائریکٹ کیا۔ یہ تھی "جو جیتا وہی سکندر" یہ بھی کمال کی فلم تھی۔ اس میں عائشہ جھلکا کو اہم کردار دیا گیا اور اس کے ساتھ دیپک تجوری بھی اپنے لیے ایک بہت اچھا کردار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جونہی منصور نے عامر کو سکرپٹ سنایا عامر نے فوری طور پر ہاں کہہ دی۔ انجلی کے کردار میں عائشہ جھلکا نے جس کارکردگی کا مظاہرہ کیا اسے بے حد سراہا گیا۔ 1992ء میں بھی جب کہ عامر کو ابھی ابھرتا ہوا سٹار کہا جا رہا تھا وہ فلمسازی کے بنیادی اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کرتا تھا۔ دیپک تجوری کے کردار کے لئے اس وقت کے ابھرتے ہوئے اداکار اکشے کمار نے بھی آڈیشن دیا تھا لیکن یہ قسمت کی بات تھی کہ یہ کردار اکشے کمار کو نہ مل سکا۔ اگرچہ "جو جیتا وہی سکندر" کو "قیامت سے قیامت تک" جیسی کامیابی نہ مل سکی لیکن پھر بھی یہ باکس آفس پر سپر ہٹ ثابت ہوئی۔ منصور خان کی توقعات کافی حد تک پوری ہو گئیں۔ عامر خان نے اس موقع پر کہا تھا کہ منصور خان کو اس بات کا کریڈٹ بہر حال ملنا چاہیے کہ اس نے مشکل حالات میں فلم بنائی ہے۔ یہ ایک پیچیدہ سکرپٹ تھا۔ اور اس سے نمٹنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ میڈیا نے اس فلم کی بہت پذیرائی کی اور اسے "بریک اوے فلم" قرار دیا۔ جتین للت نے بھی بہت اچھا میوزک دیا اور فلم کے گانے بہت مقبول ہوئے۔ اس فلم نے پوری ہندی فلمی صنعت پر اتنے زبردست اثرات چھوڑے کہ اسے فلم فیئر ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اس کے مقابلے میں سپر ہٹ فلم "بیٹا" اس سب سے بڑے ایوارڈ سے محروم رہ گئی۔ لیکن دوسری طرف بدقسمتی یہ ہوئی کہ عامر کو بہترین اداکار کا فلم فیئر ایوارڈ نہ مل سکا۔ اس دفعہ بھی یہ ایوارڈ انیل کپور (بیٹا) لے اڑے۔ عامر خان کو اس پر سخت مایوسی ہوئی۔ اسے کامل یقین تھا کہ اس دفعہ فلم فیئر ایوارڈ پر اس کا حق ہے لیکن شومئی قسمت اسے یہ ایوارڈ نہ مل سکا۔ 1993ء میں بھارت اور بھارتی فلمی صنعت خاصے مشکل دور سے گزر رہے تھے۔ فسادات اور بم دھماکوں نے لوگوں کا چین لوٹ لیا تھا۔ فلمی کے فلم شہنشاہوں کے لئے یہ سال جہنم بن کر نازل ہوا۔ اس زمانے میں حال یہ تھا کہ وہ لوگ جن کا شوبز سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا، بڑے وثوق سے کہتے تھے کہ یہ فلمی صنعت کے لئے ڈراؤنا خواب ہے۔ 1993ء کی سب سے پہلی سپر ہٹ فلم "آنکھیں" تھی۔ گووندا اور چنکی پانڈے نے مرکزی کردار ادا کیے تھے۔ "دامنی" اور "رودالی" ایسی فلمیں تھیں جن کے ذریعے بھارتی سماج کو پیغام دیا گیا تھا، پھر شاہ رخ خان کی ابتدائی فتوحات کا زمانہ شروع ہوا جب "بازیگر" اور "ڈر" کامیابی سے ہمکنار ہوئیں۔ اور ہر جگہ شاہ رخ کا نام گونجنے لگا۔ ان حالات میں عامر کی فلم "ہم ہیں راہی پیار کے" پورے ملک کے سینما گھروں میں ریلیز ہو گئی۔ (جاری ہے)

بالی وڈ کا مسٹر پرفیکشنسٹ

نامور اداکار اور پروڈیوسر عامر خان کے ناقابلِ یقین فلمی سفر کی دلچسپ روداد

دوسری قسط

عبدالحفیظ ظفر

''ہم ہیں راہی پیار کے'' اگرچہ بہت ہٹ ثابت ہوئی لیکن شوٹنگ کے دوران ہی مہیش بھٹ اور عامر خان میں اختلافات پیدا ہوگئے۔ ان اختلافات کی پہلی وجہ تو وہ پروپیگنڈا تھا جس میں یہ بات پھیلا دی گئی تھی کہ دراصل فلم کی ہدایت کاری تو عامر خان کی ہے حالانکہ یہ بات غلط تھی۔ فلم کے سیٹ پر مہیش بھٹ ہمیشہ موجود ہوتے تھے۔ اس پر جوہی چاولہ کا کہنا ہے کہ عامر خان بھٹ صاحب کو اپنی تجاویز ضرور دیتا تھا اور اس میں بھٹ صاحب عامر کی تجاویز بڑے غور سے سنتے تھے جو تجویز انہیں اچھی لگتی وہ قبول کر لیتے اور جسے وہ نامناسب سمجھتے رد کر دیتے۔ اختلافات کے باوجود عامر نے فلم کی تکمیل تک پوری جانفشانی اور لگن کے ساتھ کام کیا۔ اس نے ایک لمحے کیلئے کسی کو بھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ اس کے بھٹ صاحب سے اختلافات ہیں۔ جوہی چاولہ نے عامر خان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ پچھلے 24 برسوں کے دوران عامر خان نے کبھی پیشہ وارانہ بددیانتی کا ثبوت نہیں دیا۔ کام اس کی پہلی ترجیح رہا ہے۔ ''ہم ہیں راہی پیار کے'' کو فلم فیئر ایوارڈ ملا۔ اس میں عامر خان کی اداکاری کو بھی بے حد سراہا گیا۔ اس طرح جوہی چاولہ اور فلم میں کام کرنے والے چائلڈ سٹارز کی کارکردگی بھی بہت پسند کی گئی۔ ''ہم ہیں راہی پیار کے'' کی موسیقی بھی بہت جاندار تھی۔ ''دل ہے کہ مانتا نہیں'' اور ''ہم ہیں راہی پیار کے'' بارے میں مہیش بھٹ کہتے ہیں دراصل یہ دونوں فلمیں بالی وڈ فلمی صنعت کیلئے تازہ ہوا کا جھونکا تھیں۔

جب یہ دونوں فلمیں بنائی گئیں تو ہندی فلمی صنعت یکسانیت کا شکار تھی اور اس وقت ایسی ہی فلموں کی ضرورت تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ عامر خان کو انہوں نے صرف ایک شاندار اداکار ہی نہیں پایا بلکہ اس میں اور بھی کئی خوبیاں ہیں۔ وہ ایک انتہائی مخلص آدمی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قابل بھروسہ بھی۔

1990ء کی دہائی کے وسط تک ایک اور اداکار نے بالی وڈ میں اپنے قدم جما لیے تھے۔ اس اداکار کا نام تھا شاہ رخ خان۔ ''بازی گر'' اور ''ڈر'' کی کامیابی سے یہ اداکار شہرت کے راستے پر گامزن ہو چکا تھا۔ اس سے پہلے عامر خان کو انیل کپور کی مثالیں دی جاتی تھیں کیونکہ انیل کپور کی فلمیں ''تیزاب، پرندہ، رام لکھن، مسٹر انڈیا اور بیٹا'' سپرہٹ ثابت ہوئی تھیں۔ 1989ء میں سلمان خان کی فلم ''میں نے پیار کیا'' بھی سپرہٹ ثابت ہوگئی تھی اور وہ بھی کئی ایک فلمیں کر رہا تھا۔ شاہ رخ خان کے آنے کے بعد عامر خان کو جیسے ایک نیا چیلنج مل گیا۔

1993ء میں ''رنگیلا'' کی کامیابی نے عامر خان کو کامیابی کے ایک نئے راستے پر ڈال دیا۔ اس فلم کے ہدایت کار رام گوپال ورما کی اس سے پہلے تین چار فلمیں فلاپ ہو چکی تھیں لیکن اس کے باوجود عامر نے ورما کی فلم میں کام کرنے کی حامی بھری۔ اس کے ساتھ ہی عامر نے منیش دھرشن کی فلم ''راجہ ہندوستانی'' میں بھی مرکزی کردار ادا کرنے کیلئے ہاں کر دی۔ حالانکہ منیش دھرشن کے کریڈٹ پر صرف ایک فلم ''لٹیرے'' تھی۔ عامر نے 1997ء میں ''ٹائمز آف انڈیا'' کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ 1993ء سے ہی مجھے چوٹی کے ہدایت کاروں نے اپنی فلموں میں کام کی پیش کش کی تھی لیکن میں نے نئے ہدایت کاروں کے ساتھ کام کرنے کو ترجیح دی۔ رام گوپال ورما یا منیش دھرشن کے ساتھ کام کرنے کا مطلب یہ تھا کہ میں نامور نہاد کامیاب ترین ہدایت کاروں کے ساتھ کام کرنے سے گریزاں تھا۔ ''راجہ ہندوستانی'' اگرچہ ایک پرانی ہندی فلم ''جب جب پھول کھلے'' کا ری میک تھا لیکن اس ری میک کو بھی انتہائی خوبصورتی سے تیار کیا گیا۔ ''راجہ ہندوستانی'' میں ششی کپور کا کردار عامر خان نے ادا کیا۔ اس فلم کا میوزک بھی بہت اچھا تھا۔ عامر خان کے ساتھ کرشمہ کپور کی اداکاری کو بھی بہت سراہا گیا۔

1994ء میں راج کمار سنتوشی کی ''انداز اپنا اپنا'' میں عامر خان ایک کامیڈین کی حیثیت سے جلوہ گر ہوا۔ اس کے ساتھ سلمان خان تھا۔ راج کمار سنتوشی کو یقین کامل تھا کہ دونوں نوجوان اداکار بہت اعلیٰ طریقے سے اپنے کردار کو نبھا سکتے ہیں۔ عامر کو اس فلم میں کام کرنا اس لیے بھی اچھا لگا کیونکہ وہ سمجھتا تھا یہ ایک مختلف کردار ہے اور اب اسے بطور کامیڈین بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے کا موقع مل رہا تھا۔

''انداز اپنا اپنا'' ایک تفریحی فلم تھی۔ اس میں دو دوست ایک امیر لڑکی کا دل جیتنے کی کوششوں میں مصروف تھے تاکہ اس کی دولت پر ہاتھ صاف کیا جا سکے۔ دونوں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کیلئے تگ و دو کرتے نظر آتے ہیں۔ عامر خان کے نزدیک یہ ایک انوکھا تجربہ تھا جو کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ اس دوران شاہ رخ خان بالی وڈ میں اپنے قدم بڑی مضبوطی سے جما چکا تھا۔ وہ صرف ایک رومانٹک ہیرو نہیں بلکہ اینٹی ہیرو کے طور پر بھی بہت کامیاب رہا تھا۔ ''بازی گر اور ڈر'' نے اسے عروج کی شاہراہ پر گامزن کر دیا تھا۔

شاہ رخ خان نے اسی زمانے میں اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ''عامر خان آج ہندی فلمی صنعت کے چند بہترین اداکاروں میں سے ایک ہے۔ وہ ایک زبردست رومانوی ہیرو ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب اسے ذرا آگے کی طرف دیکھنا چاہیے۔''

1996ء میں سپرہٹ ہونے والی فلم ''راجہ ہندوستانی'' میں کچھ فلمی پنڈتوں نے فحاشی کا الزام لگایا۔ اگرچہ اس فلم کو پانچ فلم فیئر ایوارڈز ملے تھے۔ عامر خان کو قلق تھا کہ راجہ ہندوستانی سے پہلے کی فلموں میں بھی اسے فلم فیئر ایوارڈ ملنا چاہیے تھا لیکن بالآخر پہلا فلم فیئر ایوارڈ اسے راجہ ہندوستانی میں بہترین اداکاری پر ملا لیکن یہ ایوارڈ ملنے سے پہلے ہی عامر ایوارڈز تقریبات میں شرکت سے گریز کرتا تھا۔ اس کا موقف یہ تھا کہ یہ ایوارڈز میرٹ پر نہیں دیے جاتے بلکہ ان میں کچھ اور عناصر کارفرما ہیں۔
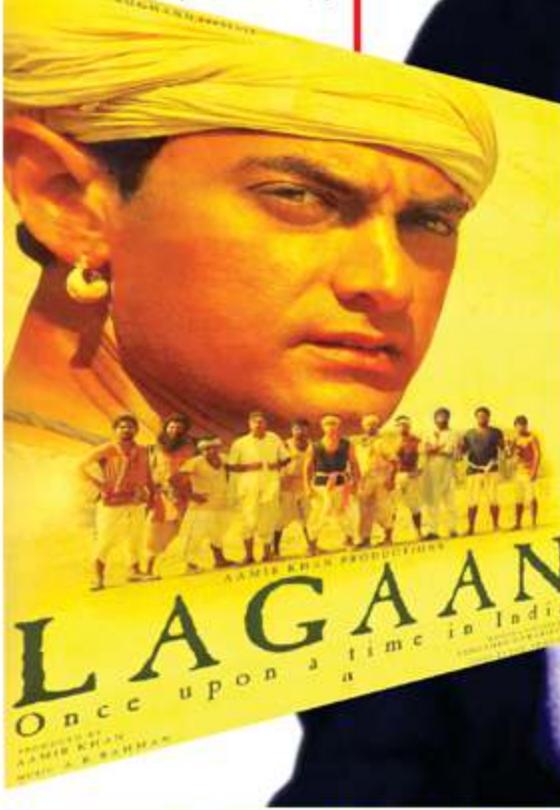
1998ء میں ''غلام'' کی ریلیز کے بعد عامر کے فلمی کیریئر میں ایک زبردست موڑ آیا، ویسے تو اس کا دوگانا ''کیا بولتی ہو'' اس فلم کی شناخت بن گیا لیکن درحقیقت یہ عامر کی خداداد صلاحیتوں کا ایک اور روپ بن کر سامنے آئی۔ عامر کے مداحین کو اس بات کا بالکل پتہ نہیں تھا کہ اس نے اس فلم میں کس قدر مختلف کردار ادا کیا ہے۔ نہ صرف مختلف بلکہ خاصا مشکل اور وہ یہ دیکھ کر حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے کہ عامر جیسا رومانٹک ہیرو یہ کردار بھی اتنی مہارت سے ادا کر سکتا ہے۔ خاص طور پر عامر نے اس فلم میں ایک ایسا خطرناک منظر فلمبند کرایا کہ فلم بینوں نے دانتوں تلے انگلیاں دبا لیں۔ بعد میں ''انڈیا ٹوڈے'' سے انٹرویو میں اس نے کہا کہ یہ اس کی حماقت تھی لیکن بعض اوقات آپ کے احساسات اتنے شدید ہو جاتے ہیں کہ آپ اپنے مقصد کے حصول کیلئے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ بات وہی تھی یعنی پرفیکشن کی۔ اور یہ عنصر عامر کی سرشت میں شامل تھا اور ہے۔ ''غلام'' کی ہدایت کاری کے فرائض سب سے پہلے مہیش بھٹ نے سرانجام دینے تھے لیکن چونکہ وہ اس فلم پر مکمل توجہ نہیں دے سکتے تھے اس لیے انہوں نے معذرت کر لی۔

پھر ہدایت کاری کے فرائض وکرم بھٹ نے سرانجام دیئے۔ چار برس پہلے وکرم بھٹ نے عامر خان کے بھائی فیصل خان کی فلم مدہوش کی ہدایات دی تھیں لیکن یہ فلم بری طرح فلاپ ہوگئی۔ اس کے باوجود عامر نے کرم بھٹ کے ساتھ کرنے سے انکار نہیں کیا۔ وکرم بھٹ بذات خود یہ سمجھتا تھا کہ ''غلام'' کی ہدایات دینا جوا کھیلنے کے برابر ہے۔ 1997ء میں اس نے فلم فیئر میگزین سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ عامر خان کی شکل میں ہمارے پاس ایک بہترین اداکار موجود ہے۔ وہ زیادہ تر فلموں میں لوربوائے کی حیثیت سے جلوہ گر ہوتا رہا ہے۔ لیکن اس فلم میں اسے ایکشن رول دیا گیا ہے۔ ''غلام'' میں شروع میں وہ ایک سٹریٹ بوائے کی حیثیت سے سامنے آتا ہے لیکن بعد میں اس کے کردار میں ڈرامائی تبدیلی آتی ہے۔ اور یہی تبدیلی عامر کے مداحین کے لئے خوشگوار حیرت کا باعث بنی۔ فلم کی ہیروئن رانی مکھرجی کا کہنا ہے کہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے کیریئر کے ابتدا میں ہی عامر خان جیسے اداکار کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل گیا۔ میں ابتدا میں گھبرا گئی تھی کہ رومانوی مناظر کیسے فلمبند کراؤں گی لیکن عامر نے مجھے اعتماد دیا۔ کیمرے کے سامنے کیسے کھڑے ہونا ہے۔ یہ مجھے عامر نے ہی سمجھایا۔ عامر اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہے کہ عظیم فلمیں محض ایک اداکار کی وجہ سے نہیں بنتیں بلکہ ان میں کام کرنے والے تمام اداکاروں کو اپنا حصہ ڈالنا پڑتا ہے۔ جس وقت ''غلام'' بنی عامر نے یہ بات پورے وثوق سے کہی تھی کہ ابھی تک اس سے بڑی فلم اس نے نہیں کی۔ یعنی 1998ء تک عامر کے نزدیک اس کی سب سے بڑی فلم ''غلام'' تھی۔ مشہور زمانہ نغمہ ''کیا بولتی ہو، آتی کیا کھنڈالہ'' پکچرائز کرانے کے لئے عامر نے دو ہفتے تک پریکٹس کی۔ رانی مکھرجی اور عامر خان پر پکچرائز کیے جانے والا یہ انتہائی خوبصورت دوگانا اسی محنت کا متقاضی تھا۔ غلام نے زبردست کامیابی حاصل کی۔

اسے آج بھی وکرم بھٹ کی بہترین کاوش قرار دیا جاتا ہے۔ اسی اور دہے کی دہائی کی طرح اس فلم کے پلاٹ میں بھی کچھ نیا پن نہیں تھا لیکن اعلیٰ ٹریٹمنٹ اور لاجواب اداکاری نے فلم کو چار چاند لگا دیئے۔ فلم کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ رانی مکھرجی کو ''کھنڈالہ گرل'' کہا جانے لگا۔ ''غلام'' اور ''کچھ کچھ ہوتا ہے'' ایک ہی سال ریلیز ہوئی تھیں۔ اور ان دونوں فلموں کی ریلیز کے بعد رانی مکھرجی کو سٹار تسلیم کر لیا گیا۔ عامر کی ابتدائی ایکشن فلموں میں ''غلام'' اور ''بازی'' شامل تھیں۔ ''غلام'' نے ''قیامت سے قیامت تک'' کے راج کو نئی سمتوں سے آشنا کر دیا۔ کہاں راج جیسا حساس لڑکا اور کہاں چمڑے کی جیکٹ پہنے ہوئے ''غلام'' کا گینگسٹر۔ 2001ء میں ''ہندو'' اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے عامر نے کہا تھا کہ میں نے اپنی ہر فلم سے بہت کچھ سیکھا ہے، چاہے وہ باکس آفس پر کامیاب ہوئی ہو

آپ بیتی

یا ناکام۔ اس سلسلے میں وہ "پرمپرا" کی مثال دیتے ہوئے کہتا ہے کہ 1993ء کی یہ فلم فلاپ ہوگئی۔ لیکن میں اس میں کام کرکے بہت خوش تھا کیونکہ مجھے یش چوپڑا جیسے ہدایت کار کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح 1994ء میں ریلیز ہونے والی فلم "بازی" کے ناکام ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اسے "بمبئی" کے ساتھ ریلیز کردیا گیا۔ عامر کے نزدیک یہ پروڈیوسر کی غلطی تھی، کیونکہ "بمبئی" وہ فلم تھی جس کا لوگ مدتوں سے انتظار کررہے تھے۔ "بمبئی" فلم کی وجہ سے "بازی" فلم کو نظرانداز کردیا گیا۔ "بازی" کے بارے میں عامر کا کہنا ہے کہ وہ اب بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اس فلم میں اپنے کردار سے بھرپور انصاف کیا ہے اس فلم کو اشوتوش گوواریکر نے ڈائریکٹ کیا تھا۔ اشوتوش گوواریکر عامر کا پرانا دوست ہے۔ "ہولی" میں دونوں نے اکٹھے کام کیا تھا۔

اب منصور خان نے ایک بار پھر عامر کو اپنے حصار میں لے لیا۔ "اکیلے ہم اکیلے تم" میں عامر کی اداکاری کو بہت سراہا گیا، لیکن فلم مجموعی طور پر وہ تاثر نہیں چھوڑ سکی جو منصور خان کی روایت رہی ہے۔ اس بارے میں عامر خان نے 1997ء میں "ٹائمز آف انڈیا" کو بتایا اسے بے شمار لوگوں نے بتایا ہے کہ انہوں نے فلم کو بے حد پسند کیا ہے ان میں اکثر کی تعداد پنجاب سے تھی۔ ٹھیک ہے یہ "راجہ ہندوستانی" اور "رنگیلا" کی طرح سپرہٹ ثابت نہیں ہوئی لیکن یہ فلاپ بھی نہیں تھی۔ 1997ء میں عامر خان نے اندر کمار کی ایک اور فلم "عشق" میں کام کیا۔ اس سے پہلے وہ اندر کمار کی سپرہٹ فلم "دل" میں اپنی اداکاری کے جوہر دکھا چکا تھا۔

یہ مکمل طور پر ایک تفریحی فلم تھی۔ لیکن "عشق" عامر خان کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکی۔ یہ نہیں کہ فلم نے باکس آفس پر اچھا بزنس نہیں کیا۔ فلم بہت کامیاب رہی لیکن عامر کے نزدیک فلم کا اختتام ایسے نہیں ہوا جیسے کیا گیا۔ "عشق" کی کامیابی کے بعد عامر خان اور اندر کمار تیسری بار پھر اکٹھے ہوگئے۔ فلم تھی "من"۔ یہ فلم 1999ء میں ریلیز ہوئی۔ اس فلم کے بارے میں عامر خان نے "ٹائمز آف انڈیا" سے بات کرتے ہوئے کہا تھا میں نے اس فلم میں اس لئے کام کیا کہ میں گزشتہ کئی سالوں سے مختلف کردار ادا کررہا ہوں۔ اور جب اندر نے مجھے اس کا سکرپٹ سنایا تو مجھے بہت اچھا لگا چنانچہ میں نے فوری طور پر حامی بھرلی لیکن فلم باکس آفس پر ناکام ہوگئی۔ جس کا مجھے بہت دکھ ہوا۔ اس فلم کی ناکامی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اندر کمار کی پرانی فلموں کے برعکس اس میں ہلکی پھلکی کامیڈی کی بجائے جذباتی مناظر بہت زیادہ تعداد میں شامل کیے گئے۔ نوے کی دہائی میں ایک ایسی فلم بھی تھی جو نامکمل رہ گئی۔ اس کا نام تھا "ٹائم مشین" اس کے ہدایت کار شیکھر کپور تھے۔ شیکھر کپور بہت ذہین اور پڑھے لکھے ہدایت کار ہیں۔ اس فلم کا سکرپٹ عامر خان کو اتنا پسند تھا کہ وہ ہرصورت فلم مکمل کرنا چاہتا تھا۔ ایک مرحلے پر اس بات پر تیار ہوگیا تھا کہ بے شک کسی اور ہدایت کار کی خدمات حاصل کرلی جائیں۔ لیکن بدقسمتی سے یہ فلم تکمیل کے مراحل طے نہ کرسکی۔

1994ء میں عامر کے والد طاہر حسین نے اپنے دوسرے بیٹے فیصل خان کو بھی اداکاری کے میدان میں اتارنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لئے فلم "مدہوش" بنائی گئی۔ لیکن یہ بری طرح فلاپ ہوگئی۔ سال دو ہزار میں عامر خان نے اپنے بھائی فیصل خان کو ایک اور موقع دینے کے لئے "میلہ" بنائی۔ اور اس کے ہدایت کار "راجہ ہندوستانی" فیم دھرمیش درشن تھے۔

دراصل دھرمیش درشن کو عامر نے "میلہ" کی ہدایات دینے کے لئے اسی وقت راضی کرلیا تھا جب وہ ابھی "راجہ ہندوستانی" پر کام کررہا تھا۔ میلہ پر بڑی محنت کی گئی، وقت بھی خاصا لگا۔ لیکن فلم باکس آفس پر ناکام ہوگئی۔ صاف نظر آرہا تھا کہ یہ مشہور زمانہ بالی وڈ فلم "شعلے" سے متاثر ہوکر بنائی گئی ہے۔ البتہ سینماٹوگرافی، میوزک اور اداکاری کا معیار قابل تعریف تھا۔ لیکن اس فلم کو لوگوں نے پسند نہیں کیا۔ اس بارے دھرمیش کا کہنا ہے کہ اس فلم کی تکمیل کے پیچھے جذباتی وجوہات تھیں۔ لیکن یہ فلم میرے لیے سخت ذہنی کوفت کا باعث بنی۔ "راجہ ہندوستانی" کی عدیم النظیر کامیابی کے بعد میں عروج کی منزلیں طے کررہا تھا لیکن اس فلم کی ناکامی نے مجھے بہت نقصان پہنچایا۔ اس کی ناکامی کا داغ بعد میں آنے والی فلم "دھڑکن" نے دھو دیا لیکن میں اس فلم کی ناکامی کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ دھرمیش کا عامر خان کے بارے میں کہنا ہے کہ وہ ایک ذہین اداکار ہے اور اس کے ساتھ کام کرنا آسان کام نہیں۔ وہ بہت سے سوال کرتا ہے جس کا آپ کو جواب دینا پڑتا ہے۔ وہ مکمل طور پر پیشہ ورانہ انداز میں کام کرتا ہے، اور اصولوں پر ہرگز سمجھوتہ نہیں کرتا۔ عامر ایک عظیم سٹار ہے۔ وہ ہندی سینما کا روایتی سپر مین نہیں ہے اور نہ ہی وہ خود اپنا امیج چاہتا ہے۔ وہ ایک روایت شکن اداکار ہے۔ وہ نظم وضبط کا بہت خیال کرتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ حقیقت جانتا ہے کہ بہت سے اداکاروں نے نظم وضبط کی پرواہ نہیں کی اور انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ عامر خان یہ جانتا ہے کہ فلم کیسے بنائی جاتی ہے اور ٹیم کے ارکان سے ان کی ذہانت کے مطابق کیسے کام لیا جاتا ہے۔ "راجہ ہندوستانی" کی شوٹنگ کے دوران وہ مجھ سے اکثر پوچھتا تھا کہ دھرمیش یہ بتاؤ کہ یہ فلم "جب جب پھول کھلے" سے کس قدر مختلف ہوگی۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ فلم تکنیکی لحاظ سے تو خاصی مختلف ثابت ہوگی اور اس کا سکرپٹ اور کردار نگاری بھی خاصا مختلف رنگ لیے ہوئے ہیں۔ "راجہ ہندوستانی" کی کرشمہ کپور "جب جب پھول کھلے" کی نندا جی سے ہزار درجے مختلف ہے۔ اس فلم میں تو ہم نے یہ دکھانا ہے کہ شادی کے بعد کیا ہوا؟ یعنی "جب جب پھول کھلے" جہاں ختم ہوتی ہے آپ سمجھیں "راجہ ہندوستانی" کا دوسرا باب شروع ہوگیا۔

جوہی چاولہ اور عامر خان اپنے زمانے کی کامیاب ترین فلم "ہم ہیں راہی پیار کے" میں

"راجہ ہندوستانی" اور "غلام" نے ایک حقیقت کی طرف واضح طور پر اشارہ کردیا تھا کہ اب عامر خان کچھ مختلف کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں۔ اور فلمی پنڈتوں کا یہ خیال درست ثابت ہوا عامر خان کی آنے والی دو فلموں "سرفروش" اور "1947 ارتھ" نے فلمی شائقین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ کیا ایک ایسا اداکار جو ایک عشرے تک مثبت کردار ادا کرتا آیا ہو، کیا یک ولن بننا پسند کرلے، ناممکن سی بات لگتی ہے اور ناپسندیدہ بھی۔ لیکن عامر کہتا ہے ایسا ہوسکتا ہے۔ اداکار کی حیثیت سے وہ اگلا تجربہ بھی کرنے جارہا تھا۔ دیپا مہتا نے اسے "1947 ارتھ" میں دلنواز خان کا کردار ادا کرنے کی پیش کش کی۔ یہ فلم بپسی سدھوا کے ناول "آئس کینڈی مین" سے ماخوذ تھی۔ ایک ایسے بچے کی کہانی جو 1947ء میں تقسیم ہند کے دوران بڑا ہورہا تھا۔ اس فلم میں ایک تلخ حقیقت کو انتہائی مہارت سے آشکار کیا گیا کہ کس طرح اس دوران شخصیات کی کایا کلپ ہوئی اور دوست کیسے دشمن بن گئے۔ دیپا مہتا کی اکثر فلموں میں جو یہ دکھایا جاتا تھا کہ جانور انسان کے اندر ہوتا ہے، یہ فلم بھی اسی نظریے کی عکاس تھی۔ دیپا مہتا نے اس سے پہلے ایک متنازعہ فلم "فائر" بنائی تھی جس پر بھارت اور پاکستان میں پابندی لگادی گئی۔ 1947ء ارتھ" میں عامر کا انتخاب بہت دلچسپ تھا۔ اس بارے میں دیپا مہتا کا کہنا تھا کہ میں نے عامر خان کا انتخاب اس لیے کیا کہ وہ ایک سوچ بچار کرنے والا اداکار ہے، (He is a thinking actor) اس کے بہت اچھے اداکار ہونے میں تو مجھے کبھی شبہ نہیں رہا۔ وہ ہندی فلموں کا روایتی اداکار نہیں۔ اس نے میری فلم فائر کو بہت پسند کیا تھا۔ جب اس فلم پر پابندی لگائی گئی تو اس نے سخت ردعمل کا اظہار کیا تھا۔

دل نواز خان کا کردار ادا کرنا ہرگز آسان نہیں تھا۔ اس کردار کی بہت ساری جہتیں تھیں۔ مجھے ایسا لگا جیسے دل نواز خان کا کردار صرف عامر خان کے لئے ہی لکھا گیا ہے۔ شروع میں عامر خان نے پیش کش مسترد کردی کیونکہ اس کے پاس مطلوبہ تاریخوں کے لئے وقت نہیں تھا، خوش قسمتی سے دیپا کا شیڈول تبدیل ہوگیا۔ اب عامر خان کے پاس فلم کو دینے کے لئے بیس دن تھے 1947 ارتھ عامر خان کے لئے ایک بالکل مختلف تجربہ تھا۔ یہ فلم 40 دنوں میں مکمل کرلی گئی۔ یہ ایک ناقابل یقین بات ہے۔ اس فلم نے عامر خان کو آئندہ فلمیں بنانے کے لئے نئی سمتوں اور جہتوں سے آشنا کیا۔ فلم کی ریلیز کے بعد نامور فلمی نقادوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ یہ عامر خان کی اب تک کی بہترین فلم ہے اور اس کی اداکاری نے سب کو چونکا کے رکھ دیا ہے۔ دیپا مہتا نے عامر کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ عامر ایک انتہائی ذہین اور پروفیشنل اداکار ہے اور اس کا یہ فقرہ آج بھی سب کو یاد ہے۔ (Pleasure working with him) اسی طرح عامر خان نے بھی دیپا مہتا کے لیے توصیفی کلمات کہنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ اس کا یہ فقرہ ہی بہت تھا "دیپا کے پاس میرے ہر سوال کا جواب ہوتا تھا۔" یہ عامر خان کی پہلی فلم تھی جسے سرکاری طور پر آسکر ایوارڈ کیلئے بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔

آج 1947 ارتھ کو ریلیز ہوئے دس برس سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن آج بھی اس فلم کی باتیں ہوتی ہیں اور اسے تقسیم ہند پر بہترین فلموں میں سے ایک تسلیم کیا جاتا ہے۔ فلم میں مرکزی کردار ادا کرنے والی اداکارہ نندیتا داس کا کہنا ہے کہ یہ فلم اس کی زندگی کی اہم ترین فلم ہے۔ اس کے ساتھ عامر نے بھی کمال کی اداکاری کی۔ وہ اس فلم میں اپنی خواہش کی وجہ سے نہیں بنا بلکہ یہ حالات ہیں جس نے اسے ولن بننے پر مجبور کردیا۔ اس لحاظ سے یہ بہت سے حوالوں سے پیچیدہ کردار تھا۔ عامر کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلم بنانے کے دوران بہت مداخلت کرتا تھا حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ مداخلت کرنا اور فلم میں زیادہ دلچسپی ظاہر کرنا دو مختلف باتیں ہیں۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ ہدایت کار ہی بحری جہاز کا کپتان ہوتا ہے اور آخری فیصلہ بہرحال اس نے ہی کرنا ہے۔ عامر کو شرارتیں کرنے کا بھی بہت شوق ہے۔ وہ سیٹ پر ہی شرارتوں کے بارے میں سوچتا رہتا تھا اور ہر شرارت کا سکرپٹ خود ہی لکھتا تھا۔ ایک بار سیٹ پر اس نے ملازم سے کافی کا کپ لانے کو کہا۔ اس کے بعد اس نے کافی کا کپ مجھ پر انڈیل دیا۔ میں نے چیخ کر کہا "یہ تم نے کیا کیا" میں سمجھی تھی کہ اس نے گرم کافی کا کپ مجھ پر پھینک دیا ہے لیکن مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ دراصل اس نے کافی کا خالی کپ مجھ پر پھینکا تھا۔ لیکن عامر کو فوری طور پر اس بات کا احساس ہوگیا کہ اس کی اس حرکت سے مجھے ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس نے اس کی تلافی کے لیے مجھے چوڑیوں کا تحفہ پیش کیا۔ بھارت میں فلم کو کمرشل اور آرٹ سینما کے خانوں میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ 1947 ارتھ کے ساتھ عجیب معاملہ ہوا۔ اسے نہ کمرشل فلم قرار دیا گیا اور نہ ہی آرٹ۔

دوسری فلم "سرفروش" نے عامر کے فن کو مزید نکھارا۔ یہ فلم سات سال تک بنتی رہی۔ یہ فلم ایک دیانت دار اور فرض شناس پولیس افسر کی کہانی ہے، جو دہشت گردی کے خلاف سینہ سپر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک لوسٹوری بھی چلتی ہے۔ جون میتھوز کی بطور ہدایت کار یہ پہلی فلم تھی۔ عامر خان نے اس بات کی قطعی طور پر پرواہ نہیں کی کہ وہ ایک ناتجربہ کار ہدایت کار کی فلم میں کام کررہا ہے۔ اسے اس فلم کا سکرپٹ بہت پسند آیا تھا۔ بس یہی وجہ تھی اس فلم میں کام کرنے کی۔

1997ء میں جون میتھوز نے فلم فیئر میگزین کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ سرفروش میں عامر خان کو کاسٹ کرنے کا فیصلہ بالکل درست ثابت ہوا۔ یہ کسی حد تک ایک ایکشن فلم تھی لیکن ہم نے اس پر روایتی ایکشن فلم کا ٹھپہ نہیں لگنے دیا۔ "سرفروش" ریلیز ہونے تک مجھے اس بات کا پختہ یقین تھا کہ عامر خان کو یہ کردار سونپ کر میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ "غلام" کا بات بات پر دھونس جمانے والا عامر خان "سرفروش" میں ایک مختلف روپ میں سامنے آیا۔ یہاں وہ ایک مستعد اور زیرک پولیس آفیسر کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے اور اس کی رگ رگ میں حب الوطنی کا جذبہ خون بن کے دوڑ رہا ہے۔ "سرفروش" باکس آفس پر ہٹ ثابت ہوئی۔ اور خاص طور پر بھارت کے بڑے شہروں میں اس نے بہت بزنس کیا۔ نوے کی دہائی کے آخر تک ہندی فلمی صنعت کا منظر اور انداز فکر تبدیل ہوچکا تھا۔ نوے کی دہائی کی تین کامیاب ترین فلمیں تھیں جن میں "ہم آپ کے ہیں کون" "دل والے دلہنیا لے جائیں گے" اور "راجہ ہندوستانی" شامل ہیں۔ تینوں کے ہیرو خان صاحبان تھے۔ یعنی سلمان خان، شاہ رخ خان، اور عامر خان۔ 1997ء میں معروف فلمی صحافی انوپما چوپڑہ نے "انڈیا ٹوڈے" میں لکھا کہ جتنی گہرائی عامر خان کی اداکاری میں ہے وہ شاہ رخ خان اور سلمان خان میں نظر نہیں آتی۔ شاہ رخ جو بھی کردار ادا کرے یہی لگتا ہے کہ یہ شاہ رخ خان ہی ہے مگر عامر خان "دل ہے کہ مانتا نہیں" میں رگھو ہے تو "رنگیلا" میں "منا" ہے۔ سال 2002 میں برطانیہ کے مشہور اخبار گارڈین نے لکھا کہ عامر خان بھارت کے سب سے زیادہ قابل بھروسہ اداکاروں میں سے ایک ہے۔

گوواریکر وہ ہدایت کار تھا جس کی دو فلمیں فلاپ ہوچکی تھیں۔ ان میں سے ایک فلم "بازی" تھی جس میں عامر خان نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ لیکن گوواریکر نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ اس نے اپنے آپ کو منوانے کے لئے تیسری کوشش کی

"جو جیتا وہی سکندر" کا ایک ڈرامائی منظر۔ عامر خان عائشہ جھلکا کے ساتھ

اور اپنی تمام قابلیت صرف کردی۔ اس بار جو فلم تھی وہ بھارت کی فلم صنعت میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی "لگان" اس فلم کی کہانی مختصراً یوں تھی کہ انگریز دور میں ایک گاؤں شدید خشک سالی کا شکار تھا، مرے کو مارے شاہ مدار کے مصداق گاؤں والوں پر اضافی ٹیکس یعنی لگان نافذ کردیا گیا یہ سراسر زیادتی اور ناانصافی تھی۔ اس پر بہت احتجاج کیا گیا۔ لیکن سرکار نے لگان واپس لینے سے انکار کردیا۔ آخر ایک کرکٹ میچ نے لگان ختم کرنے کا فیصلہ کردیا۔ شروع میں جب فلم کے ہدایت کار نے عامر خان سے سکرپٹ پر بات کی تو عامر کو پسند نہیں آیا۔ اس پر اشوتوش نے سکرپٹ کو مزید بہتر بنانے کا فیصلہ کیا۔ وہ پانچ ماہ تک ہر چیز سے الگ تھلگ ہوکر "لگان" کے سکرپٹ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ سکرپٹ مکمل کرنے کے بعد اس نے عامر سے رابطہ کیا اور سکرپٹ سنایا۔ اس سے پہلے عامر خان کا یہ خیال تھا کہ پورا سکرپٹ سننے کے بعد بھی وہ اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کرسکے گا۔ اس نے سوچا کہ آخر اب اس کے دوست نے کون سا تیر مارا ہوگا جو اسے اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کردے۔ لیکن پورا سکرپٹ سن کر وہ بہت متاثر ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عامر اس حقیقت سے بھی بخوبی آشنا تھا کہ "لگان" کا سکرپٹ ہندی فلم دیکھنے والوں کے موجودہ رجحانات کی نمائندگی نہیں کرتا۔ اگر فلم کو اس کے سکرپٹ کے عین مطابق تیار کرنا ہے تو پھر لازمی طور پر فلم کے پروڈیوسر کو بہت جگہوں پر سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔ عامر خان نے ہاں کردی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر کوئی ایسا پروڈیوسر مل جائے جو اس فلم کو سکرپٹ کی روح کے مطابق بنانے کے لئے تیار ہوجائے تو اسے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ہندی فلمی صنعت میں کسی بھی فلم کی یقینی ناکامی کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ناکام ہدایت کار، فلم کی تکمیل میں غیرضروری تاخیر، اور فلم کا اختتام کھیل کے کسی واقعہ سے ہو۔ اشوتوش نے پروڈیوسر ڈھونڈنے کی بہت کوششیں کیں لیکن اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس پر عامر نے اشوتوش سے کہا کہ وہ کوئی ایسا سٹار ایکٹر ڈھونڈے جسے یہ اعتراض نہ ہو کہ اس کا نام پروڈیوسر کو خوش کرنے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ اشوتوش کو بہت جلد پتہ چل گیا کہ اسے عامر خان کی جگہ کوئی دوسرا اداکار نہیں مل سکتا۔ اسی دوران لگان کا سکرپٹ عامر کے ذہن میں گھومتا رہا اور آخر اس نے اشوتوش سے کہا کہ وہ یہ سکرپٹ اس کے والدین طاہر حسین اور زینت، بیوی رینا، اور فنانسر جھامو سگھند کو سنائے۔ جھامو "رنگیلا" کا پروڈیوسر تھا اور وہ عامر کی تخلیقی صلاحیتوں کا معترف تھا۔ اور پھر چار رکنی جیوری نے اپنا فیصلہ سکرپٹ کے حق میں دے دیا۔ عامر کو فوری طور پر احساس ہوگیا کہ اب لگان" کا ایکٹر اور پروڈیوسر وہ خود ہوگا۔ اس کے بعد عامر خان نے اپنے آپ کو "لگان" کے لئے وقف کردیا۔ "لگان" کی شوٹنگ شروع ہوئی تو بالی وڈ میں یہ شور مچ گیا کہ یہ بہت مشکل بلکہ ناقابل عمل منصوبہ ہے اور اس پر سرمایہ خرچ کرنے کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت ہوگی۔ عامر نے اس موقع پر اپنی بیوی رینا کو بھی اس منصوبے میں شامل کرلیا۔ پہلے تو رینا ہچکچا رہی تھی لیکن اس کے بعد رینا کو سب سے پہلے یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ فلم کے بجٹ پر توجہ دے۔ اور اس میں کسی قسم کی کوئی بدانتظامی نہ ہو۔ عامر کو یقین تھا کہ فنانسر جھامو کو اس پر غیر متزلزل اعتماد ہے۔ رینا نے بڑی محنت سے اپنے فرائض سرانجام دیے۔ دونوں میاں بیوی "لگان" کی تکمیل میں اتنے مگن ہوگئے کہ ایک بار جب صحافیوں نے رینا سے پوچھا کہ آپ کے کتنے بچے ہیں۔ رینا نے کہا دو۔ لیکن صحافیوں نے رینا سے کہا کہ آپ بھول رہی ہیں۔ آپ کے تین بچے ہیں اور آپ کے تیسرے بچے کا نام ہے "لگان" فلم کا میوزک اے آر رحمان کے سپرد تھا اور گیت جاوید اختر نے لکھے۔ "لگان" 2001 میں ریلیز ہوئی اور یہ اس سال کی، سب سے زیادہ سپرہٹ ہونے فلموں میں سے ایک تھی۔ اس فلم پر بہت محنت کی گئی۔ پوری ٹیم نے کامل یکسوئی سے کام کیا جس کے نتیجے میں ایک یادگار فلم معرض وجود میں آئی۔ فلم کے آخری منظر میں جہاں کرکٹ میچ کا فائنل فلمایا جارہا تھا تقریباً دس ہزار اداکار موجود تھے۔ ان سب کو مخصوص لباس پہنایا گیا۔ عامر خان نے ان اداکاروں کو اپنی دلچسپ حرکات سے خوب محظوظ کیا۔ یہ اس فلم کی شان تھی کہ اسے آسکر ایوارڈ کے لئے نامزد کیا گیا۔ بڑے بڑے اداکاروں اور جرائد نے لکھا کہ "لگان" نے کمرشل سینما کی روایات کو توڑ دیا ہے۔ 2002 میں فلم فیئر کے سارے ایوارڈ لگان کو دیے گئے۔ "راجہ ہندوستانی" کے بعد عامر خان کو اس فلم میں بہترین اداکاری پر فلم فیئر ایوارڈ دیا گیا۔ (جاری ہے)

عبدالحفیظ ظفر

بالی وڈ کا مسٹر پرفیکشنسٹ

نامور اداکار اور پروڈیوسر عامر خان کے ناقابلِ یقین فلمی سفر کی دلچسپ روداد

(تیسری قسط)

''راجہ ہندوستانی'' اور ''ارتھ 1947ء'' نے عامر خان کو صف اول کے اداکاروں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا اور یہ خیال اب حقیقت کی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا کہ عامر خان بڑا ایکٹر نہیں بلکہ سٹار بنتے جا رہا ہے۔ فلمی صنعت کے بڑے نامی گرامی لوگ یہ کہتے بھی سنے گئے کہ عامر بہت جلد ایک لیجنڈ کی حیثیت سے سامنے آئے گا۔ ''راجہ ہندوستانی'' نے باکس آفس پر زبردست کامیابی حاصل کی تھی اور اس کے فلمساز دولت کی بارش میں نہا رہے تھے۔ اسی اثناء میں جب عامر خان کو ''ارتھ 1947ء'' میں ایک مختلف روپ میں دیکھا تو وہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ فلمی پنڈتوں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر عامر خان نے اتنا مشکل کردار کیسے نبھا لیا۔ عامر خان نے شاید اس بات کا فیصلہ بہت پہلے کر لیا تھا کہ اب وہ مختلف کردار ادا کرے گا۔ وہ اپنے اوپر لگنے والی رومانوی ہیرو کی چھاپ ختم کرنے کا آرزومند تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے ''غلام'' میں کام کرنا قبول کیا۔

''لگان'' کی عدیم النظیر کامیابی کے بعد عامر خان نے ایک اور اچھوتا کردار ادا کیا۔ یہ فلم تھی ''دل چاہتا ہے''۔ اس فلم کے ہدایتکار بھارت کے معروف شاعر، سکرپٹ رائٹر اور دانشور جاوید اختر کے بیٹے فرحان اختر تھے۔ فرحان اختر کی والدہ ہنی ایرانی بھی بھارتی فلمی صنعت کی معروف شخصیت رہی ہیں۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فرحان اختر شاید شبانہ اعظمی کے بیٹے ہیں لیکن یہ غلط ہے۔ شبانہ اعظمی جاوید اختر کی دوسری بیوی ہیں۔ فرحان اختر ہنی ایرانی اور جاوید اختر کی اولاد ہیں۔ جیسا باپ ویسا بیٹا۔ یہ محاورہ اس خاندان پر صادق آتا ہے۔ جاوید اختر کے والد جانثار اختر بھارت کے مانے ہوئے شاعر اور ادیب تھے۔ انہوں نے بڑے خوبصورت فلمی گیت بھی لکھے۔ جاوید اختر نے اپنے والد کی روایات کو آگے بڑھایا اور بحیثیت شاعر اور سکرپٹ رائٹر اپنے آپ کو منوایا۔ سلمان خان کے والد سلیم خان کے ساتھ ان کی جوڑی بہت مشہور ہوئی۔ سلیم جاوید نے سپرہٹ فلموں کے سکرپٹ اور مکالمے لکھے جن میں ''شعلے'' جیسی یادگار فلم بھی شامل ہے۔

فرحان اختر بھی اپنے باپ اور دادا کی روایات کے امین ہیں۔ یہ ذہین و فطین نوجوان کچھ انوکھا ہی کرنا چاہتا تھا اور واقعی ''دل چاہتا ہے'' دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ اس نوجوان کی رگوں میں اپنے باپ دادا کا خون دوڑ رہا ہے۔ ''دل چاہتا ہے'' کا سکرپٹ فرحان اختر نے خود لکھا۔ جونہی یہ سکرپٹ عامر خان کو سنایا گیا اس نے فوراً ہی حامی بھر لی۔ عامر نے اس بات کی بالکل پروا نہیں کی کہ فرحان اختر نے ابھی تک اپنی صلاحیتوں کو ثابت نہیں کیا اور بطور ہدایتکار اس کی کوئی فلم منظر عام پر نہیں آئی۔ ''خطرات سے کھیلنا'' اس کی فطرت میں شامل ہے۔ ''دل چاہتا ہے'' کا سکرپٹ سن کر وہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے کچھ اور جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ فلم میں کام کرنے والے دوسرے اداکاروں نے بھی بعد میں تسلیم کیا کہ ''دل چاہتا ہے'' کا سکرپٹ اتنا مختلف تھا کہ وہ اس فلم کا حصہ بننے پر تیار ہو گئے۔ عامر خان جسے فلم بین ''لگان'' کے بعد بھون کے نام سے پکارتے تھے اب وہ ''دل چاہتا ہے'' میں آکاش بن کر سامنے آیا اور اپنی منفرد اداکاری سے سب کو چونکا کے رکھ دیا۔ اس فلم میں عامر نے یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ وہ جسمانی طور پر بھی لوگوں کو مختلف نظر آئے۔ سب سے پہلے تو اس فلم میں اس کے بالوں کا سٹائل (Hair Style) یکسر تبدیل کر دیا گیا۔ جس میں فرحان کی بیوی ادھونا اختر نے اہم کردار ادا کیا۔ عامر خان کی خواہش تھی کہ وہ اس فلم میں ''لگان'' کے بھون سے بالکل الگ تھلگ نظر آئے۔ لوگ یہ فیصلہ ہی نہ کر پائے کہ ''دل چاہتا ہے'' کا آکاش ''لگان'' کا بھون ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا گیٹ اپ بھی انوکھا ہو اور اس کی اداکاری بھی ہٹ کر ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ایک عظیم اداکار ہی سوچتا ہے۔ بھارت کے انتہائی معتبر فلمی پنڈتوں کے مطابق عامر خان کے اندر کہیں نہ کہیں دلیپ کمار چھپا بیٹھا ہے۔

دلیپ کمار نے بھی غالباً باون فلموں میں کام کیا۔ ان کا بھی یہی نظریہ تھا کہ کم کام کیا جائے لیکن معیاری۔ ''گنگا جمنا'' اور ''رام شیام'' کے کردار ''داغ'' اور ''دیوداس'' کے کرداروں سے کتنے مختلف تھے۔ آٹھ برس پہلے ایک بھارتی چینل نے دلیپ کمار کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک پروگرام پیش کیا جس کی کمپیئرنگ شاہ رخ خان نے کی۔ اس پروگرام میں شاہ رخ خان نے دلیپ کمار سے کہا کہ میں نے کئی بار آپ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی مشورہ دیں۔ اس پر دلیپ کمار نے شاہ رخ کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہا ''Be Selective'' یعنی کرداروں کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرو۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ کم فلموں میں کام کرو لیکن معیار پر سمجھوتہ نہ کرو۔ شاہ رخ خان نے دلیپ کمار کے اس مشورے پر عمل کیا یا نہیں لیکن لگتا ہے کہ عامر خان نے دلیپ صاحب کی نصیحت کا یہ ہار اپنے گلے میں ضرور پہن لیا۔ ''دل چاہتا ہے'' میں اسے جو کردار ادا کرنے کی پیشکش کی گئی اسے قبول کرنا ہی اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔ ''لگان'' کا بھون جرأت، دیانتداری اور بہادری کا مجسمہ تھا لیکن ''دل چاہتا ہے'' کا آکاش انسانی اقدار سے بے بہرہ ہے۔ وہ ایک خود غرض اور بے حس انسان ہے جس کا مقصد صرف اپنے لیے جینا ہے۔ وہ جذبات و احساسات اور ایثار کیشی پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ اندر سے ایک کھوکھلا شخص ہے۔ ''بھون'' کی آنکھوں میں عزم کی روشنی نظر آتی تھی لیکن آکاش کی آنکھوں سے مکاری اور عیاری جھلکتی تھی۔ فرحان نے شروع میں عامر سے ''سدھارتھ'' کا کردار ادا کرنے کے لیے کہا تھا۔ سدھارتھ تین دوستوں میں سے سب سے زیادہ سمجھدار تھا لیکن عامر کے نزدیک اس کردار میں کوئی چیلنج نہیں تھا۔ سدھارتھ کا کردار اکشے کھنہ کو دے دیا گیا۔

''دل چاہتا ہے'' 2001ء میں ریلیز ہوئی اور عامر خان کا ہیئر سٹائل نوجوانوں نے اپنا لیا۔ یہ فلم بھی زبردست کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ اس کی موسیقی بھی شاندار تھی۔ عامر خان اور پریتی زنٹا پر فلمایا ہوا یہ گانا تو مقبولیت کی تمام حدیں پار کر گیا۔

''جانے کیوں لوگ پیار کرتے ہیں''

''دل چاہتا ہے'' ایک رجحان ساز فلم ثابت ہوئی۔ اس نے ہندی فلمی صنعت کو موضوعات کے حوالے سے نیا شعور دیا۔ برطانیہ کے مشہور اخبار ''گارڈین'' کو ایک انٹرویو میں عامر خان نے کہا تھا ''لگان'' اور ''دل چاہتا ہے'' کی زبردست کامیابی نے مجھے بھرپور قوت دی۔ ان دونوں فلموں نے ہماری فلمی صنعت کے بڑوں کو بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا۔ ''لگان'' اور ''دل چاہتا ہے'' نے عامر خان کو ایک ورسٹائل اداکار ثابت کر دیا۔ ان فلموں کے بعد گزشتہ ایک عشرے کے دوران عامر نے جو فلمیں کیں وہ بھی اپنے موضوعات کے اعتبار سے انوکھی تھیں۔ عامر چونکہ خود اختراع پسند (Innovator) ہے اس لیے وہ نئی نئی چیزیں پسند کرتا ہے۔ پچھلے دس برس کے دوران اس نے جو فلمیں کیں اور جن موضوعات کا انتخاب کیا وہ اس حقیقت کی عکاس ہیں۔

اس دوران عامر کی اپنی بیوی رینا سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ عامر خان اور رینا نے فیصلہ کیا کہ اپنے اختلافات کو ہر صورت میں اپنے تک رکھا جائے۔ بعد میں دونوں نے عدالت میں درخواست دائر کی کہ ان کے اختلافات اتنے شدید ہو چکے ہیں کہ صلح کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے وہ دونوں طلاق چاہتے ہیں۔ طلاق کے فیصلے کے بعد عامر سخت ذہنی اذیت کا شکار رہا۔ تقریباً دو سال تک وہ اپنی کسی نئی فلم پر کام نہ کر سکا۔ سولہ سال کی رفاقت کا ٹوٹ جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن رینا کو ایک کریڈٹ ضرور جاتا ہے کہ طلاق کے بعد بھی اس نے عامر خان کے خلاف کبھی ہرزہ سرائی نہیں کی بلکہ متعدد مواقع پر اس کا ساتھ دیا۔ عامر کی فلموں کے حوالے سے منعقد ہونے والی تمام تقریبات میں وہ شامل ہوتی رہی اور اس نے ہر کام پر عامر کا حوصلہ بڑھایا۔ اپنی سابقہ بیوی رینا کے بارے میں ایک بار عامر نے کہا تھا کہ ایک انسان کی حیثیت سے اس کا کوئی ثانی نہیں۔ بہت سی طلاقیں تلخ یادیں چھوڑ جاتی ہیں لیکن یہاں معاملہ یہ تھا کہ علیحدگی کے بعد بھی رینا اور عامر خان کی دوستی برقرار رہی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد عامر خان کا نام کرن راؤ کے ساتھ لیا جانے لگا۔ کرن راؤ نے ''لگان'' میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ بعد میں عامر نے ''مڈ ڈے'' کو ایک انٹرویو میں یہ کہا تھا کہ کرن راؤ ان بہترین معاون ہدایتکاروں میں سے ایک ہے جن کے ساتھ اسے کام کرنے کا موقع ملا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کرن راؤ کو ''لگان'' سے پہلے ہندی فلموں کے بارے میں کچھ زیادہ علم نہیں تھا اور نہ ہی اس نے کوئی زیادہ ہندی فلمیں دیکھی تھیں۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی اور فلمی صنعت میں شامل ہونے سے پہلے اس نے اشتہارات کے میدان میں بہت نام کمایا تھا۔ 2008ء میں ''ٹائمز آف انڈیا'' کو ایک انٹرویو میں کرن راؤ نے کہا تھا کہ میرے ایک دوست نے مجھے ''لگان'' میں کام کرنے کے لیے کہا تھا اور میں نے حامی بھر لی۔ اس سے پہلے میں نے اپنے دوست عامر خان کی صرف دو فلمیں دیکھی تھیں اور مجموعی طور پر دس ہندی فلمیں دیکھیں۔ بعد میں عامر نے ''ٹائمز آف انڈیا'' کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ ''کرن راؤ میری زندگی میں اس وقت آئی جب میں زندگی کے بدترین دور سے گزر رہا تھا''۔ عامر اور کرن راؤ کے درمیان ذہنی ہم آہنگی بڑھ رہی تھی کہ اس دوران کچھ اخبارات نے یہ بے بنیاد خبر شائع کر دی کہ دونوں نے لندن میں خفیہ طور پر شادی کر لی ہے اور اس سلسلے میں لندن میں ایک تقریب بھی منعقد کی گئی ہے۔ اس بے بنیاد خبر کی اشاعت کے بعد عامر اور کرن نے اپنے آپ کو میڈیا سے دور کر لیا۔ اس کے بعد دونوں نے شادی کا فیصلہ کر لیا اور پھر دونوں 28 دسمبر 2005ء کو رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ شادی کی تقریب عامر کی ممبئی پالی ہل میں واقع رہائش گاہ پر منعقد ہوئی۔ جس میں قریبی رشتہ داروں نے شرکت کی۔ بعد ازاں کرن راؤ کے خاندان نے بنگلور میں ایک استقبالیہ دیا۔

شادی کے بعد کرن راؤ نے اپنے آپ کو گھر تک محدود رکھنے پر ترجیح دی۔ لیکن عامر کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے اس کی موجودگی محسوس کی گئی۔ عامر کے بچوں کے جنم دن کے حوالے سے پارٹیوں اور فلمی کھانوں میں کرن راؤ بھرپور انداز میں شرکت کرتی رہی۔

دو برس بعد عامر خان نے ہدایتکار بننے کا فیصلہ کیا اور کرن راؤ نے اس فیصلے کی بھرپور تائید کی۔ وہ عامر خان پروڈکشنز میں بطور پروڈیوسر بھی اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔ اپنے کئی انٹرویوز میں عامر خان نے کرن سے اپنی شادی کو ایک حقیقی ''شراکت داری'' قرار دیا۔ یہ شراکت داری ان کی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہے۔

''لگان'' کے بعد کرن راؤ نے ''مون سون ویڈنگ''، ''ساتھیا'' اور ''سوادیس'' میں بھی معاون ہدایتکارہ کے طور پر کام کیا۔ عامر خان اور کرن راؤ دونوں ایک دوسرے کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ کرن راؤ کہتی ہے کہ عامر نے

مسٹر پرفیکشنسٹ کی صحت کا راز کیا ہے؟

عامر خان عمر کی 47 بہاریں دیکھ چکا ہے لیکن وہ جسمانی طور پر اتنا فٹ ہے کہ یقین نہیں آتا کہ اس کی عمر واقعی 47 برس ہو چکی ہے۔ 29 نومبر 2012ء کو اپنی تازہ ترین فلم ''تلاش'' کی ریلیز سے ایک دن پہلے ایک ٹی وی چینل پر نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ ایک گپ شپ میں عامر نے اپنی فٹنس کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں جو ہمارے قارئین کے لیے نہ صرف دلچسپی کا باعث ہوں گی بلکہ مفید بھی۔ عامر نے چار باتیں بتائیں۔

1- میں اپنی خوراک کی طرف بھرپور توجہ دیتا ہوں۔
2- میں روزانہ تین سے چار لٹر تک پانی پیتا ہوں۔
3- میں روزانہ ڈیڑھ گھنٹہ ورزش کرتا ہوں۔
4- میں روزانہ آٹھ گھنٹے سوتا ہوں۔

اچھی صحت کے لیے اگر عامر خان کے ان قیمتی نسخوں کو آزمایا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟

مجھے مکمل طور پر تبدیل کر دیا ہے۔ سینما کے حوالے سے میں تصوراتی دنیا میں رہتی تھی اور مجھے حقائق کا کچھ ادراک نہیں تھا۔ یہ عامر تھا جس نے مجھے یہ سمجھایا کہ سینما کتنا اہم ہوتا ہے۔ اسی طرح کرن راؤ کے بارے میں عامر کا کہنا ہے کہ اس کی دوسری بیوی نے اس کی زندگی پر انتہائی مثبت اثرات ڈالے ہیں۔ ہم میاں بیوی بعد میں اور دوست پہلے ہیں۔ ہم مختلف طریقوں سے ایک دوسرے کی زندگی پر اثرانداز ہوئے ہیں۔ 2009ء میں کرن راؤ اور عامر خان کو ایک بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا جب کرن کا اسقاط حمل (Miscarrige) ہو گیا۔ دو سال بعد کرن راؤ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام آزاد راؤ خان رکھا گیا۔ اب عامر خان نے جو دو فلمیں کیں وہ ہندی فلمی تاریخ کا اہم حصہ بن گئیں۔ ایک کا نام تھا "رائزنگ" (Rising) اور دوسری تھی "رنگ دے بسنتی"۔ کرن مہتا کے نزدیک رائزنگ کا سکرپٹ بہت مضبوط تھا۔ یہ 1857ء کی جنگ آزادی یعنی غدر کے حوالے سے فلم تھی اور اس میں اس سپاہی کی داستان شجاعت کے بارے میں بتایا گیا تھا جس نے سب سے پہلے علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کا نام منگل پانڈے تھا۔

"رائزنگ" کی شوٹنگ کے دوران ہی عامر خان پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان عمران خان کی دعوت پر کینسر ہسپتال کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے کے لیے پاکستان آیا۔ اس وقت وہ "منگل پانڈے" کے گیٹ اپ میں تھا۔ یہاں اس نے ایک ٹی وی انٹرویو میں یہ بات کہی تھی کہ وہ ایک وقت میں ایک کام کرنے کا عادی ہے۔ اس فلم کو ایک شاہکار بنانے کے لیے عامر کتنا سنجیدہ تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ساڑھے چار برس صرف اس فلم پر صرف کر دیے۔ اس بات کا کیتن مہتا اور ساتھی اداکارہ ایشا پال نے بھی اعتراف کیا کہ عامر کی لگن اور جانفشانی انتہائی قابل تحسین تھی۔ وہ اپنے کردار میں اتنا ڈوب جاتا ہے کہ پھر اسے کوئی ہوش نہیں رہتا۔ اس فلم کا عوام کو کتنا انتظار تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ چنائی میں فلم کی ریلیز سے چھ ماہ پہلے اس کا ٹریلر دکھایا جاتا تھا تو فلم بین اپنی نشستوں سے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس فلم میں کیپٹن ولیم گورڈن کا کردار ایک غیر ملکی اداکار ٹوبی سٹیفنز نے ادا کیا تھا۔ فلم کی شوٹنگ ہندی اور انگریزی میں کی گئی کیونکہ یہ سکرپٹ کا تقاضا تھا۔ اس فلم

"رنگ دے بسنتی" کے اہم ترین کردار: بائیں سے دائیں، اتل کلکرنی (رام پرساد بسمل) سدھارتھ (بھگت سنگھ) عامر خان (چندر شیکھر آزاد) شرمان جوشی (راج گرو) اور کنال کپور (اشفاق اللہ خان)

اس فلم کو کیتن مہتا نے 15 سال پہلے بنانے کی منصوبہ بندی کی تھی۔ اس وقت مہتا نے منگل پانڈے کے کردار کے لیے امیتابھ بچن کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن پھر اس فلم کو بنانے کا منصوبہ ترک کر دیا گیا تھا۔ وجہ یہ بیان کی گئی کہ اس موضوع کو فلمانا سر درد کا سودا ہے۔ جس وقت رائزنگ بنانے کا خیال دوبارہ کیتن مہتا کے ذہن میں پیدا ہوا اس وقت اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تمام دنیا بھارتی فلمیں دیکھے اور "رائزنگ" اسی مشن کے تحت بنائی جائے گی۔ جونہی عامر نے "رائزنگ" کا سکرپٹ پڑھا، اس نے کیتن مہتا کے اس نظریے کو تقویت بخشی اور واشگاف الفاظ میں کہا کہ ایسی فلموں کا بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر ہم ہندی فلموں میں انقلابی تبدیلیوں کے خواہاں ہیں تو ہمیں ایسے ہی جرأت مندانہ اقدامات کی ضرورت ہے۔ منگل پانڈے کا کردار آزادی اور وقار کی علامت تھا۔ عامر کو یقین تھا کہ "لگان" کی طرح اس بار بھی تمام مذاہب اور عقائد سے تعلق رکھنے والے لوگ سینما ہالوں کا رخ کریں گے۔ "رائزنگ" کے پروڈیوسر بوبی بیدی تھے جس نے اس سے پہلے "بینڈٹ کوئین"، "فائر"، "ٹرین ٹو پاکستان"، "ساتھیا" اور "مقبول" جیسی فلمیں بنائی تھیں۔ کیتن مہتا بذات خود ایک نامی گرامی ہدایتکار بن چکا تھا اور اس کے کریڈٹ پر "مرچ مصالحہ"، "ہیرو ہیرا لال"، "مسٹر یوگی"، "سردار" اور "مایا میم صاحب" جیسی فلمیں تھیں۔ کیتن مہتا کو ایک منفرد ہدایتکار تسلیم کر لیا گیا تھا۔ "رائزنگ" کے لیے ایک زبردست ٹیم بن چکی تھی جو ہر صورت ایک عالمی معیار کی فلم بنانے کی اہلیت رکھتی تھی۔ اس زمانے میں اس فلم پر چالیس کروڑ روپے خرچ ہوئے اور یہ اس وقت تک بھارت کی سب سے مہنگی فلم تھی۔ اسی طرح اس فلم سے وابستہ توقعات بھی بہت زیادہ تھیں۔ فلم کی پوری ٹیم ایک لحاظ سے گھبرا بھی رہی تھی کیونکہ شائقین کی توقعات دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹیم کے ہر رکن نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اس فلم کو بہتر سے بہتر کرنے کے لیے وقف کر دیں۔ عامر خان کا کردار "لگان" اور "دل چاہتا ہے" سے یکسر مختلف تھا اور یہی اس کی آرزو تھی کہ نہ صرف اسے مختلف کردار ملے بلکہ اس کا گیٹ اپ بھی سب سے جدا ہو۔ مسٹر پرفیکشنسٹ نے اب شاید اپنی زندگی کا یہ مشن بنا لیا تھا کہ وہ جو بھی کردار ادا کرے، وہ اس کی شناخت بن جائے۔

کے بارے میں یہ رپورٹ بالکل غلط تھی کہ یہ بھارت میں باکس آفس پر فلاپ ہو گئی ہے۔ حقیقی صورتحال یہ تھی کہ پہلے ہفتے میں اس نے ریکارڈ بزنس کیا۔ اس کے بعد منافع کم ہوتا چلا گیا۔ اس سلسلے میں عامر خان کا موقف درست ثابت ہوا۔ اس کا کہنا تھا کہ پریس کا یہ کہنا کہ یہ فلم بری طرح فلاپ ہو گئی ہے، دراصل شائقین کی دلچسپی کم کرنے کا موجب بنا۔ اس فلم کو مغربی پریس نے بہت سراہا۔ برطانوی اخباروں کی اکثریت نے فلم کی تعریف کی اس کے علاوہ سوئٹزرلینڈ کے فیسٹیول میں بھی اس فلم کو بھیجا گیا جہاں اسے کئی ایوارڈ ملے۔

عامر اب اس مقام پر پہنچ چکا تھا جہاں نوجوان یہ امید کرتے تھے کہ وہ اب بھارتی سماج کو تبدیل کرنے کے لیے بھی کچھ مثبت کام کرے۔ وہ بھارتی نوجوانوں کے لیے بت کی حیثیت رکھتا تھا۔ 1992ء میں جب اس کا شہر ممبئی فرقہ وارانہ فسادات کی زد میں تھا اس وقت اس نے کھل کر تشدد کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ اسے افسوس ہے کہ جو نوجوان اسے اپنا ہیرو سمجھتے ہیں تشدد کے راستے پر چل رہے تھے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ تشدد ہی تبدیلی کا ہتھیار ہے تو یہ بتائیں کہ یہ ہتھیار کن کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان فسادات میں بے گناہ اور معصوم افراد کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے جس کی شدید مذمت کرنی چاہیے اور ان فسادات کو ختم کرنے کے لیے حکومت کو تمام وسائل استعمال کرنے چاہئیں۔ عامر نے اس سلسلے میں ایک امن ریلی میں بھی شرکت کی تھی۔

"رنگ دے بسنتی" بھی عامر خان کی ایک ناقابل فراموش فلم ہے۔ اس فلم کے پروڈیوسر رونی سکریووالا کو متاثر کیا بلکہ عامر خان نے بھی حسب روایت فوری طور پر حامی بھرلی۔ عامر خان کو اس حقیقت کا پوری طرح ادراک تھا کہ سکرپٹ کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فلم کا ٹریٹمنٹ بھی نہایت مختلف ہو گا لہٰذا عامر نے اپنی پوری توجہ اس فلم پر لگا دی۔ اسے پتہ تھا کہ اس فلم میں اسے بڑی محنت سے کام کرنا ہو گا۔ بڑے جاں گسل مراحل طے کرنے ہوں گے۔ اپنا بہت کچھ قربان کرنا ہو گا۔ لیکن اس کی فراست اسے ہر قدم پر یہ بتا رہی تھی کہ شب سیاہ سے صبح جمال ہونے تک ان تمام مشکلات کو سر کرنا ہو گا۔ رونی سکریووالا نے ایک بار میڈیا کو یہ بتایا تھا کہ اس نے "رنگ دے بسنتی" بنانے میں تین وجوہات کی بنا پر دلچسپی ظاہر کی۔ پہلے تو اس کا سکرپٹ انتہائی ہٹ کر تھا، دوسرے ہدایتکار کی بصیرت اور تیسرے عامر خان کا پوری استقامت کے ساتھ فلم میں کام کرنے کا فیصلہ۔ ان سب کے باوجود مجھے کچھ تحفظات تھے۔ یہ فلم بھگت سنگھ کے حوالے سے بنائی جانے والی تھی اور صرف ایک سال پہلے بھگت سنگھ پر تین فلمیں بن چکی تھیں۔ اس کے علاوہ دوسری قابل غور بات یہ تھی کہ اس فلم میں کوئی رومانوی پہلو نہیں تھا اور فلم کے اختتام پر تمام ہیروز مر جاتے ہیں پھر 30 فیصد فلم کی کہانی فلیش بیکس (Flashbacks) کے سہارے بیان کی جاتی ہے۔ کہانی بیان کرنا اور پھر 30 منٹ تک فلیش بیکس کا سہارا لینا یقینی طور پر بھارتی شائقین کے لیے ناقابل قبول ہو سکتا تھا کیونکہ وہ اس تکنیک سے نامانوس تھے۔ اس بات کا امکان موجود تھا کہ ہم بعد میں اس نتیجے پر پہنچیں کہ ہم نے وقت سے پہلے ہی یہ فلم بنا دی ہے۔ لیکن اس فلم نے پورے بھارتی سماج پر گہرے اثرات چھوڑے۔ یہ ایک روایت شکن فلم ثابت ہوئی جس نے ثابت کیا کہ مضبوط کہانیوں پر بنائی جانے والی فلمیں بھی تجارتی لحاظ سے نہایت کامیاب ہو سکتی ہیں۔ عامر نے اس فلم میں پوری تندہی سے کام کیا۔ اس کی یہ خوبی ہے کہ جب وہ کوئی کردار قبول کر لیتا ہے تو پھر اسے یادگار بنانے کے لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کر دیتا ہے۔ وہ صرف سیٹ پر اداکاری کرنے نہیں آتا بلکہ وہ فلمسازی کے پورے عمل میں شریک ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس پر بے بنیاد الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ فلمسازی کے عمل میں مداخلت کرتا ہے۔

ایک اور خوبی جو بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے وہ ہے اس کی متانت اور عاجزانہ رویہ۔ وہ بڑے پیچیدہ مسائل کو بڑے سادہ طریقے سے حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ "رنگ دے بسنتی" نے باکس آفس پر تمام ریکارڈ توڑ دیے تھے۔ پہلے ایک عشرے میں بننے والی فلموں میں یہ دوسری فلم تھی جس نے سب سے زیادہ بزنس کیا۔ پروڈیوسر کے مطابق دولت کا سورج اس کے سر پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ "رنگ دے بسنتی" نے بھارتی عوام کو مسائل کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک نئی طاقت دی۔ اس فلم کو سٹار کی بہترین فلم کا ایوارڈ ملا۔ بھارت میں جب ڈاکٹروں نے ہڑتال کی تو یہ فلم گلیوں میں دکھائی جاتی تھی۔ اس فلم نے بھارتی عوام کو ایک نئے شعور اور آگہی سے بہرہ مند کیا۔ لوگوں نے احتجاج کے انوکھے طریقے ڈھونڈ نکالے۔ ظاہر ہے اپنے حق کی خاطر احتجاج کرنا ہر کسی کا حق ہے۔ لیکن احتجاج کا انداز ایسا ہو کہ آپ اپنا حق حاصل کرنے میں ظفرمند ہوں۔

فلم کے ہدایتکار راکیش اوم پرکاش مہرہ کا کہنا ہے کہ اس فلم کی اپنی ایک کلاس ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کوئی خوبصورت لو سٹوری ہے، نہ ہی ایسا زبردست ایکشن جیسا کہ "شعلے" میں تھا، نہ ہی یہ "مغل اعظم" کی طرح کوئی کلاسیکل فلم ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ کوئی سماج کو سدھارنے والی فلم بھی نہیں جیسے "مدر انڈیا"۔ اس فلم نے اپنی صنف خود پیدا کی۔ ہر فلمی ناقد اپنی اپنی رائے کے مطابق اس فلم کی صنف دریافت کرنے میں لگا رہا۔ ایک ہی سوال تھا (How to define the genre of "Rang Dey Basanti")۔ اوم پرکاش مہرہ کے خیال میں یہ فلم چھ نوجوانوں کا سیاسی ڈرامہ ہے جو فلم کے اختتام پر اس جہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ فلم کے بارے میں "ٹائمز آف انڈیا" نے لکھا "زندگی گزارنے کی دو ترجیحات ہوتی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ آپ جن حالات میں جی رہے ہیں، انہیں قبول کر لیں، دوسری یہ کہ آپ ان حالات کو تبدیل کرنے کی ذمہ داری لے لیں"۔ "رنگ دے بسنتی" کا فلسفہ یہی ہے۔ عامر کو جب میں نے کردار دیا تو اس نے اسے قبول کر لیا پھر میں نے اسے اس کردار کے بارے میں یہ پیغام بھیجا۔ عامر کو کاسٹ کرنے سے پہلے میں سکرپٹ لے کر متعدد اداکاروں کے پاس گیا لیکن نہ اس سکرپٹ کو سمجھا گیا اور نہ ہی اس منصوبے کی حمایت کی گئی لیکن عامر نے پورے یقین کے ساتھ اس فلم کے سکرپٹ کی حمایت کی بلکہ اس نے فلم کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو استعمال کیا۔ میں اس کی فکرانگیز گفتگو سنتا تھا اور دل ہی دل میں اسے داد دیتا تھا۔ ہماری ایک اور خوش بختی یہ تھی کہ اے آر رحمان ہماری فلم کا میوزک دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس فلم کے گیت بھی حیران کن تھے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ سب کچھ حیران کن تھا اور یہ ہمارے لیے بہت ضروری تھا۔ ہم شائقین کو ایک حیران کن فلم دینا چاہتے تھے۔ حیران کن ہر لحاظ سے۔

عامر خان دیدہ ور ہے، اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک عظیم انسان ہے۔ فلم کی تکمیل کے بعد ہم نے تخمینہ لگایا تو یہ انکشاف ہوا کہ فلم میں بجٹ سے زیادہ رقم خرچ کر دی گئی ہے۔ اس پر عامر نے کہا کہ اسے اس کا باقی ماندہ معاوضہ ادا نہ کیا جائے۔ لیکن ہم نے اس کی نوبت نہ آنے دی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایثار کیشی اس شخص میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ عامر نے ایک ایسی صنعت کو قواعد و ضوابط کا پابند بنایا جہاں کوئی قانون موجود نہیں تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عامر اور اے آر رحمان کی شکل میں دو بہترین دوست مل گئے ہیں۔ "رنگ دے بسنتی" کی شوٹنگ کے دوران عامر کو پنجابی سکھانے کے لیے ایک کوچ کا انتظام کیا گیا۔ یہ کوچ ہمیشہ عامر کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ عامر کو اپنے کردار کے بارے میں سمجھنے کے لیے نو ماہ لگ گئے۔ ظاہر ہے ہماری طرف سے یہ بھی نہیں کہا گیا کہ آپ اتنا وقت نہ لیں۔ لیکن عامر کو پابند نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ شخص اپنے آپ پر یقین رکھتا ہے اس کے ساتھ کام کر کے آدمی صحیح معنوں میں خوشی محسوس کرتا ہے"۔

چندر شیکھر آزاد کا کردار عامر کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے لیے اس کے بالوں کے سٹائل اور گیٹ اپ میں انفرادیت کی ضرورت تھی۔ اس میں عامر نے خود بھی کمال کیا۔ اس کے مشوروں کو بڑے غور سے سنا جاتا تھا۔ چندر شیکھر آزاد وہ شخص تھا جو بھگت سنگھ، راج گرو، اشفاق اللہ خان اور ان کے دیگر ساتھیوں کا گویا ایک قسم کا سرپرست تھا۔ برطانوی راج کے خلاف ان سب لوگوں نے جو جدوجہد کی اس میں تشدد کو اپنا ہتھیار بنایا۔

نوجوانوں کے اس گروہ کو یہ پختہ یقین تھا کہ تشدد سے ہی وہ اپنے مقاصد کو حاصل کر سکتے ہیں۔ بھگت سنگھ اور اس کے ساتھیوں کی تحریک کو کانگرس نے کبھی پذیرائی نہیں بخشی بلکہ ہمیشہ ان کی مخالفت کی۔ کانگرس مہاتما گاندھی کے عدم تشدد کے فلسفے پر عمل پیرا تھی۔ بہرحال عامر خان نے جس خوبصورتی سے اپنا کردار نبھایا اور جتنے اعلیٰ چہرے کے تاثرات دیے اسے فلمی شائقین نے بے حد پسند کیا۔ اس کے علاوہ عامر نے مکالموں کی ادائیگی بھی ذرا ہٹ کے کی۔ اس کا احساس فلم بینوں کو فوری طور پر نہیں ہوتا تھا لیکن تھوڑا سا غور کرنے پر فلم بین سمجھ جاتے تھے کہ مسٹر پرفیکشنسٹ کام دکھا گیا ہے۔ اوم پرکاش مہرہ عامر خان کو مارلن برانڈو، انتھونی، رابرٹ ڈی نیرو اور گیری کوپر کے معیار کا اداکار سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے پیشے اور اپنے عہد کو ایک نیا معنی دیتے ہیں۔ بھارتی فلمی صنعت میں ایسے لوگوں کا ذکر ہو تو تین نام فوری طور پر ذہن میں آتے ہیں۔ موتی لال، بلراج ساہنی اور گورو دت۔ ان لوگوں نے جو فلمیں بنائیں وہ کوئی اور نہ بنا سکا۔

2006ء میں ریلیز ہونے والی فلم "فنا" نے عامر خان کو نئی عظمت دی۔ اس فلم کا سکرپٹ بھی عامر کو بہت پسند آیا تھا۔ یہ ایک لو سٹوری تھی جسے وادی کشمیر میں ہونے والی مسلح بغاوت کے پس منظر میں فلمایا گیا تھا۔ (ہمارے نزدیک یہ کشمیریوں کی مسلح بغاوت نہیں بلکہ ان مجاہدین کی لڑائی ہے جو وہ آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں۔۔۔۔ مترجم)۔

فلم کے موضوع سے قطع نظر اس کا ٹریٹمنٹ، اداکاری اور موسیقی اعلیٰ درجے کی تھی۔ عامر خان نے ایک دفعہ پھر اینٹی ہیرو (Anti Hero) کا کردار ادا کر کے فلم شائقین سے بے پناہ داد وصول کی تھی۔ اس فلم سے ایک دفعہ پھر یہ ثابت ہوا کہ عامر بطور اداکار اپنے آپ کو یکسر تبدیل کر رہا ہے اور کردار کے انتخاب کے وقت وہ بہت زیادہ احتیاط سے کام لے رہا ہے۔ عامر کے ساتھ کاجل نے بھی لاجواب پرفارمنس دی اور فلم کے گیتوں نے بھارت اور پاکستان میں تہلکہ مچا دیا۔ خاص طور پر دو نغمات نے تو فلم بینوں کو مسحور کر کے رکھ دیا۔ یہ نغمات یہ تھے:

1- میرے ہاتھ میں تیرا ہاتھ ہو
2- چاند سفارش جو کرتا ہماری

دوسرے گیت کی پکچرائزیشن میں عامر نے اتنی اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا کہ فلم بین عش عش کر اٹھے۔ "فنا" باکس آفس پر زبردست کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ یہ عامر خان تھا جس نے زونی کے کردار کے لیے کاجل کے انتخاب پر ہدایتکار کنال کوہلی کو قائل کیا۔ اس نے دلائل دے کر ثابت کیا کہ زونی کا کردار کاجل سے زیادہ بہتر طریقے سے کوئی دوسری اداکارہ نہیں کر سکتی اور عامر کی یہ بات بالکل درست ثابت ہوئی۔ کنال کوہلی نے بعد ازاں اعتراف کیا کہ عامر کی گفتگو بھی فکرانگیز ہوتی ہے اور وہ بصیرت بھی رکھتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بھی خوب سمجھتا ہے اور دوسروں کی صلاحیتوں کے بارے میں اس کا اندازہ حیران کن حد تک ٹھیک ہوتا ہے۔ اس کی یہی خوبیاں ہیں جن کی بدولت اس نے اتنی کامرانیاں سمیٹی ہیں۔

(جاری ہے)

سامنا کرو زندگی کے حقائق کا

29 نومبر 2012ء کو ایک نجی ٹی وی چینل میں نوجوانوں سے گپ شپ کرتے ہوئے عامر خان نے بتایا کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت میں بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے۔ اس کا ایک بچہ اب بھی بس کے ذریعے سکول جاتا ہے اور بیٹی ممبئی کی لوکل ٹرین پر سفر کرتی ہے۔ عامر نے کہا میں نے اپنے بچوں سے کہہ رکھا ہے کہ زندگی کے حقائق کا سامنا کرنا سیکھیں۔ اس بات پر نہ اترائیں کہ آپ عامر خان کی اولاد ہیں۔ کچھ بننا ہے تو اپنی محنت کے بل بوتے پر بنیں۔ میں انہیں آسائشوں کا عادی نہیں بنانا چاہتا۔ انہیں اپنی شناخت خود بنانا ہو گی۔ مسلسل محنت اور کامل یکسوئی کے ساتھ!

بالی ووڈ کا مسٹر پرفیکشنسٹ

نامور اداکار اور پروڈیوسر عامر خان کے ناقابلِ یقین فلمی سفر کی دلچسپ روداد

(آخری قسط)

عبدالحفیظ ظفر

''فنا'' کے بعد عامر خان کو ایک بار پھر انوکھے کردار اور انوکھی فلم کی تلاش تھی۔ وہ جو کہتے ہیں کہ جہاں چاہ وہاں راہ۔ عزم راسخ اور قوت ارادی کی دولت سے مالا مال یہ شخص ایک بار پھر اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گیا۔ اس وقت اسے جو پراجیکٹ ملا وہ تھا ''تارے زمیں پر''۔۔۔ عامر نے اس فلم میں صرف اداکاری ہی نہیں کی بلکہ فلمسازی کے عمل میں بھی شامل تھا اور اس نے ہدایتکاری بھی کی۔ اس فلم کی کہانی ایک ایسے بچے کے گرد گھومتی ہے جو ایک ایسی ذہنی کیفیت میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے وہ الفاظ کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کر سکتا۔ اس بیماری کو انگریزی میں (Dyslexia) کہتے ہیں۔ یہ فلم اتنے شاندار طریقے سے بنائی گئی کہ پوری دنیا کے میڈیا نے اس کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔ سال 2007ء میں بی بی سی کا تبصرہ تھا کہ یہ فلم ایک طرف تو فلم بینوں کو بے حد جذباتی کر دیتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بیان کے لیے مکمل تفریح کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔ سی این این کا کہنا تھا کہ ''تارے زمیں پر'' آپ کی زندگی تبدیل کر سکتی ہے۔

خود عامر خان کی اس فلم کے بارے میں رائے یہ تھی کہ فلم بنانا حقیقی طور پر ایک چیلنج ہے اور بچوں کے ساتھ فلم بنانا تو اور بھی بڑا چیلنج ہے لیکن بچوں کے ساتھ کام کرنا آپ کے لیے مسرت و انبساط کا باعث بھی بن سکتا ہے اور ہم نے یقیناً خوشی حاصل کی۔ ''انڈیا ٹوڈے'' نے کہا سیدھی سی بات ہے یہ اس سال کی بہترین فلم ہے۔ اس فلم کا ہدایتکار اسول گپتے تھا جس نے اس کا سکرپٹ بھی لکھا تھا۔ اس فلم کو ایک مصنف کی شارٹ سٹوری پر شروع کیا گیا تھا جس کا نام تھا ''ہائی جمپ'' بعد میں اسول گپتے اور اس کی بیوی دیپا بھاٹیا نے اس کا سکرپٹ لکھا اور نام رکھا گیا ''تارے زمیں پر''۔ ایشان کا کردار جس بچے نے ادا کیا اس کا نام ہے درشل سفاری۔ اس بچے کا انتخاب کرنے میں کئی ماہ لگ گئے۔ سینکڑوں بچوں کے انٹرویو لیے گئے اور عامر خان خود انٹرویو کرنے والی ٹیم میں شامل ہوتا تھا۔ آخر درشل سفاری کو منتخب کر لیا گیا اور اس بچے نے اتنی جاندار اداکاری کی کہ بھارت کے کروڑوں عوام مبہوت ہو کے رہ گئے۔ پاکستان میں بھی درشل سفاری کی اداکاری کو بے حد پسند کیا گیا۔ درشل سفاری راتوں رات سٹار بن گیا۔ چاروں طرف درشل سفاری پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے جا رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عامر خان کی بھی کھل کر تعریف کی جا رہی تھی کہ مرکزی کردار کے لیے اس نے جس بچے کا انتخاب کیا وہ لاجواب تھا۔ عامر نے اس فلم میں ایک ٹیچر کا کردار ادا کیا جو انتہائی ذہین اور اپنے کام سے مخلص ہے۔ وہ ایشان کی خصوصی تربیت کرتا ہے اور اسے اعتماد کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ وہ فوری طور پر بھانپ لیتا ہے کہ ایشان غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل بچہ ہے جسے سمجھنے کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بھرپور توجہ بھی چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ایشان کی نفسیات کو سمجھا جائے کیونکہ بچوں کے نفسیاتی رویوں کو سمجھنا ایک ٹیچر کے لیے ازبس ضروری ہے۔ عامر اپنے اس مشن میں کامیاب ہوتا ہے اور ایشان کی ذہنی حالت درست ہو جاتی ہے۔ وہ بچہ جسے اس کے والدین تنگ آ کر بورڈنگ چھوڑ آتے ہیں وہ ہر امتحان میں اول پوزیشن حاصل کرتا ہے۔ اس کے والدین حیران رہ جاتے ہیں کہ ''وٹ پانگ'' حرکتیں کرنے والے بچے کی یہ کایا کلپ کیسے ہو گئی؟ دیگر اساتذہ اور سکول کا باقی عملہ حتیٰ کہ پرنسپل تک اس انہونی پر حیران بھی ہوتے ہیں اور خوش بھی۔ اس فلم کے ذریعے والدین کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ بچے کی ذہنی تربیت اور نشو و نما پر مکمل توجہ دینا بہت ضروری ہے اگر اس سے کوتاہی برتی گئی تو یہ بچے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ اگر بچہ کسی مرض میں بھی مبتلا ہے تو یہ کہہ کر جان نہ چھڑائی جائے کہ وہ ایک (Special Child) ہے۔ ہر بچہ خصوصی بچہ ہے (Every child is a special child)۔ عامر خان فلم کے انٹرول سے کچھ لمے پہلے ہی سکرین پر ظہور پذیر ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد اپنی فطری اداکاری سے شائقین کے دل موہ لیتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ سکول کے باقی بچوں سے بھی بہت خوبصورتی سے کام لیا گیا۔ ''تارے زمیں پر'' کے گیتوں نے بھی بے حد پذیرائی حاصل کی۔ فلم کی موسیقی بھی اعلیٰ درجے کی تھی۔ خاص طور پر یہ گانا ''مجھے سب ہے پتہ میری ماں'' بہت مقبول ہوا۔ اس گانے کے دوران فلم بینوں کو سینما ہالوں میں روتے دیکھا گیا۔ خاص طور پر عورتوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ فلم کی سینما ٹوگرافی بھی بہت متاثر کن تھی، غرضیکہ ہر منظر اس حقیقت کا غماز تھا کہ فلم پر بہت محنت کی گئی ہے۔ 2008ء میں ''ہندوستان ٹائمز'' کو ایک انٹرویو میں اسول گپتے نے کہا مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ عامر خان سے اس فلم میں کام کرنے کا کہوں۔ حالانکہ میں ''ہولی'' اور ''جو جیتا وہی سکندر'' میں اس کے ساتھ کام کر چکا تھا۔ سال 2008ء میں سائن بلٹز کو ایک انٹرویو میں عامر نے کہا میں اس فلم کا سکرپٹ سن کر بہت متاثر ہوا۔ میں نے صاف لفظوں میں کہا کہ میں اس فلم کا حصہ ضرور بنوں گا۔ وہی پرانا نظریہ۔ سکرپٹ میں نیا پن ہو اور خود عامر کا کردار بھی دیگر کرداروں سے ہٹ کر ہو تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ مسٹر پرفیکشنسٹ ایسا موقع ضائع کر دے۔ فلم کی تکمیل کے بعد یہ بات ہر جگہ پھیل گئی کہ فلم کی ہدایتکاری اسول گپتے کی نہیں بلکہ خود عامر خان کی ہے۔ ایک شوبز میگزین سے باتیں کرتے ہوئے عامر نے انکشاف کیا کہ ایک ہفتہ شوٹنگ کے بعد میں نے ''تارے زمیں پر'' کے رش پرنٹ دیکھے جو مجھے اچھے پسند نہیں آئے۔ میں نے اسول سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ لیکن میں نے اسے یہ بتا دیا کہ میں اس منصوبے پر اپنا اعتماد کھو چکا ہوں، اس لیے وہ خود اسے سنبھال لے۔ میں فلمسازی اور اداکاری سے دستبردار ہو گیا۔ لیکن اسول نے عامر پر زور دیا کہ وہ فلم نہ چھوڑے البتہ وہ خود فلم کی ہدایتکاری سے دستبردار ہو گیا۔

اس کے بعد عامر خان فلم کے لیے مناسب ہدایت کار کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل ہے کہ کوئی بھی نیا ہدایت کار فلم کے سکرپٹ کو سمجھنے میں خاصا وقت لیتا ہے۔ عامر یہ بات سمجھتا تھا کہ اس طرح ایک اور سال لگ جائے گا۔ لہٰذا عامر نے خود فلم کی شوٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اب اسول کی ٹیم عامر خان کی ٹیم بن چکی تھی اور اس ٹیم میں ایک اور شاندار اضافہ ہوا وہ تھا عامر خان کی اہلیہ کرن راؤ کا۔ عامر خان نے کئی مرتبہ اس بات کا اعتراف کیا کہ کرن نے بے مثال کردار ادا کیا۔ ''جب کوئی فلم عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے تو اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگ بھی آپ کے ساتھ خوشیاں منانے پہنچ جاتے ہیں جن کا اس فلم کے حوالے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لیکن کرن میں یہ خوبی ہے کہ وہ بڑی خاموشی سے اپنا کام کرتی ہے اور اسے اس بات کی بھی پروا نہیں ہوتی کہ اس کے کام کی کتنی پذیرائی کی جا رہی ہے۔

1992ء کے فسادات کے بعد عامر خان کی ممبئی میں ایک امن ریلی میں شرکت

اسے ہر بات کا کریڈٹ لینے کا بھی کوئی شوق نہیں۔ لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کرن نے ''تارے زمیں پر'' کو ایک شاہکار فلم بنانے میں میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ جب آپ اپنے منصوبے پر کام کر رہے ہوتے ہیں تو آپ اس چیز کے آرزومند ہوتے ہیں کہ کوئی ایسا ساتھی ہو جس کی تخلیقی صلاحیتوں پر آپ کو مکمل اعتماد ہو اور میں اس لحاظ سے اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کرتا ہوں کہ کرن راؤ کی شکل میں مجھے ایک بہت اچھی بیوی ہی نہیں بلکہ ایک شاندار ساتھی مل گیا ہے جس کی ذہانت اور قابلیت سے میں ہر قدم پر استفادہ کر رہا ہوں''۔ ''لگان'' کے کلائمیکس میں عامر نے 10000 افراد کی قیادت کی تھی اور ''تارے زمیں پر'' کے آرٹ میلے میں اسے 1200 بچوں کی قیادت کرنا پڑی۔ یہ ایک انوکھا تجربہ تھا لیکن حسب توقع یہ تجربہ بھی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ایشان کا کردار ادا کرنے والا بچہ درشل سفاری ہمیشہ خوش رہنے والا بچہ ہے۔ اس فلم کی شوٹنگ کے دوران درشل نے عامر خان سے کہا ''عامر انکل! میں رو نہیں سکتا۔ براہ کرم آپ مجھ سے ایسے مناظر کی توقع نہ کریں۔'' اس پر عامر نے درشل کو ایک ایسا اداکار بننے کے لیے تربیت دی جو سکرین پر رو سکے۔ پنچگانی کے نیو ایرا بورڈنگ سکول کے بچوں سے اداکاری کرانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ جتنے بچوں نے بھی اس فلم کی شوٹنگ میں حصہ لیا ان کا اداکاری سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا لیکن عامر نے ان کا حوصلہ بڑھایا اور انہیں بتایا کہ آپ سب بہت اہم اداکار ہیں اور آپ کی کارکردگی اس فلم کی کامیابی میں اہم کردار ادا کرے گی۔ اس نے شوٹنگ میں حصہ لینے والے ہر بچے پر توجہ دی۔ کرن راؤ کا کہنا ہے کہ ایسے لگتا تھا کہ وہ بچوں کے کسی گروہ کا لیڈر بن گیا ہے۔ ہدایتکار کی حیثیت سے کام کرنے والے عامر خان کی اس پہلی فلم کو پانچ فلم فیئر ایوارڈ دیئے گئے۔ ان میں ایک ایوارڈ بہترین ہدایتکار پر عامر خان کو دیا گیا۔ فلم فیئر ایوارڈز کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک چائلڈ سٹار (درشل سفاری) کو فلم فیئر ایوارڈ کے لیے نامزد کیا گیا حالانکہ اس کے مقابلے میں شاہ رخ خان، اکشے کمار، ابھیشک بچن اور شاہد کپور جیسے اداکار موجود تھے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ درشل سفاری نے بیانگ دہل یہ کہا کہ بہترین اداکاری پر فلم فیئر ایوارڈ اسے ملنا چاہیے۔ اگرچہ یہ ایوارڈ شاہ رخ خان کو ''چک دے انڈیا'' میں بہترین اداکاری پر دے دیا گیا لیکن درشل سفاری اس پر رنجیدہ نہیں ہوا۔ اس نے بعد میں فلم فیئر کریٹکس ایوارڈ قبول کر لیا۔ ''تارے زمیں پر'' کو نیشنل فلم ایوارڈ بھی دیئے گئے۔ یہ بھارت کی پہلی فلم تھی جسے سال 2009ء میں بہترین غیر ملکی فلم کے لیے اکیڈمی ایوارڈ کی نامزدگی کی فہرست میں شامل کیا گیا۔

ہدایتکار کی حیثیت سے عامر خان نے اپنی پہلی فلم میں ہی نئے قواعد و ضوابط متعارف کرا دیئے تھے۔ نہ صرف نئے ضوابط بالکل جداگانہ اسلوب ہدایتکاری۔ سال 2008ء میں عامر خان نے ایک ایسی فلم میں کام کیا جس نے حقیقی معنوں

عامر خان کے پاکستان آنے کی دو وجوہات

تقریباً پانچ یا چھ برس پہلے عامر خان پاکستانی ٹیم کے سابق کپتان عمران خان کی دعوت پر پاکستان آیا تھا عمران خان نے عامر کو شوکت خانم کینسر ہسپتال کیلئے فنڈز اکٹھا کرنے کے لیے بلایا تھا۔ اس وقت عامر ''دی رائزنگ'' کی شوٹنگ کر رہا تھا۔ اس فلم میں اس نے منگل پانڈے کا کردار ادا کیا تھا۔ عامر خان جب پاکستان آیا تو اس نے منگل پانڈے کا گیٹ اپ کیا ہوا تھا۔ یہاں ایک ٹی وی انٹرویو میں اس نے کہا کہ اس کے آنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ عمران خان نے مجھے ایک نیک مقصد کے لیے بلایا ہے اور عمران خان کی دعوت قبول کرنا میرا فرض تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میرے بھانجے کا نام بھی عمران خان ہے اس لیے مجھے اس نام سے ویسے ہی بڑا انس ہے۔ کچھ روز بعد لاہور کے ایک ہوٹل میں عامر خان نے اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کون سا نمبر ہے۔ شاہ رخ خان کے بارے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں عامر نے کہا تھا کہ اگر وہ بالی ووڈ کنگ ہے تو میں بالی ووڈ کا اکّا ہوں۔

میں پورے بھارت میں تہلکہ مچا دیا۔ اب پھر ایک نیا سکرپٹ تھا، نئی کہانی، نیا کردار جو بہت محنت طلب تھا۔ گیٹ اپ بھی بالکل مختلف کرنا پڑا۔ عامر خان کو ہر وقت یہی فکر دامن گیر تھی کہ اس پر یکسانیت کا ٹھپہ نہ لگے۔ وہ نئے سے نیا کردار ادا کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ اب اسے پھر ایک نادر موقع مل گیا۔ فلم "گجنی" کی شکل میں۔

سب سے پہلے تو یہ بات اپنے قارئین کو بتانا بہت ضروری ہے کہ عامر خان کی یہ شہرہ آفاق فلم ایک تامل فلم کا ری میک تھی اور تامل زبان میں بھی اس کا نام "گجنی" ہی تھا۔ اس فلم میں بھی کام کرنا عامر خان نے فوری طور پر قبول کر لیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ بہترین ہدایتکاری، اداکاری اور موسیقی اس فلم کو زبردست کامیابی سے ہمکنار کر سکتی ہے اور اوپر سے اس کا اپنا کردار انتہائی منفرد۔ یہ سونے پہ سہاگہ والی بات تھی۔ اس فلم کا کمال یہ تھا کہ اس کا نام ولن کے نام پر رکھا گیا جو نہایت سفاک، بے رحم اور بے حس شخص ہے۔ عامر خان ایک صاحب ثروت شخصیت ہے جو انتہائی نیک دل، ایماندار اور اعلیٰ انسانی اقدار پر یقین رکھتا ہے۔ فلم میں وہ ایک خاتون صحافی کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ عامر خان ایک بہت بڑی الجھن کا شکار ہے۔ وہ ہر 15 منٹ بعد اپنی یادداشت بھول جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے بہت مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فلم میں "گجنی" اور اس کے ساتھی عامر کی محبوبہ کو قتل کر دیتے ہیں۔ قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ خاتون صحافی گجنی کے مکروہ دھندوں کا پردہ چاک کرتی ہے۔ محبوبہ کی موت عامر خان کو پاگل کر دیتی ہے اور وہ انتقام کی آگ میں جلنے لگتا ہے۔ ہر وقت اس کی آنکھوں سے شعلے برستے ہیں۔ وہ گجنی کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ میڈیکل کی ایک طالبہ اس کی مدد کرتی ہے اور وہ گجنی تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس فلم کے لیے عامر خان نے اپنا گیٹ اپ بالکل تبدیل کر لیا۔ اس کے بالوں کا سٹائل بھی بالکل الگ تھلگ نظر آیا۔ یعنی دیکھا جائے تو سٹائل تھا ہی نہیں سر پر تھوڑے تھوڑے بال اور چہرے پر کرختگی کے آثار۔ یہ گیٹ اپ فلم کے دوسرے مرحلے میں تیار کیا گیا۔ پہلے مرحلے کا گیٹ اپ بالکل سادہ تھا۔ فلم بینوں کے لیے یہ خوشگوار حیرت کا باعث بنا۔ ہر 15 منٹ بعد یادداشت بھولنے کا مرض اسے کن مصائب سے دوچار کرتا ہے، یہ عامر خان کی ناقابل فراموش اداکاری دیکھ کر ہی محسوس ہوتا ہے۔ فلم کے آخری مناظر میں عامر نے جتنی زبردست اداکاری کی اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ خاص طور پر چال ڈھال اور چہرے کے تاثرات اتنے اعلیٰ تھے کہ کروڑوں شائقین بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہو گئے۔ اس فلم کے ولن نے بھی بڑی جاندار اداکاری کی۔ اس کا یہ مکالمہ بہت مشہور ہوا۔ "سالا تم شورٹ میموری لوگ بہت تنگ کرتا ہے۔"

فلم کا ایکشن اور لڑائی کے مناظر بھی انتہائی متاثر کن تھے۔ لیکن اس کی سب سے بڑی خوبی اس فلم کا ٹریٹمنٹ تھا۔ یہ فلم تکنیکی لحاظ سے اتنی خوبصورت تھی کہ اس نے فلم بینوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ عامر نے اس فلم میں بھی حسب روایت ڈوب کر اداکاری کی۔ ان دنوں اس کا شاہ رخ خان سے تنازعہ چل رہا تھا۔ شاہ رخ خان اپنے آپ کو ہندی فلمی صنعت کا نمبرون اداکار کہتا تھا اور اسے بالی وڈ کنگ کا خطاب بھی دے دیا گیا۔ عامر نے "گجنی" کے ذریعے کروڑوں فلم بینوں سے سوال کیا کہ وہ فیصلہ کریں کون ہے بالی وڈ کا نمبرون۔

اس فلم کے گیٹ اپ کے لیے عامر نے اپنا وزن بڑھایا اور تن سازی بھی کی۔ ایک لمحے کے لیے بھی یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ کیا یہ وہی چاکلیٹ ہیرو ہے جو آج سے 20 برس پہلے ہندی فلمی صنعت میں داخل ہوا تھا۔ "گجنی" نے ریلیز کے ابتدائی ہفتوں میں باکس آفس پر کامیابی کے تمام ریکارڈ مات کر دیے۔ بھارتی صحافیوں کے بقول "گجنی" کی باکس آفس پر کامیابی خوفناک تھی۔ کروڑوں نوجوان عامر خان کے منفرد ہیئر اسٹائل کو دیکھنے سینما ہال پہنچ گئے۔ جنوبی ہندوستان میں بھی لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے سینما ہالوں کا رخ کیا۔ یہ فلم وہ پہلے تامل زبان میں دیکھ چکے تھے لیکن وہ یہ دیکھنے کے لیے بے تاب تھے کہ عامر نے ہندی فلم میں کیا کیا ہے۔ بعدازاں جنوبی ہندوستان کے فلم بینوں کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ عامر کی "گجنی" تامل زبان کی "گجنی" سے کہیں بہتر ہے۔ "انڈین ایکسپریس" نے اسے جدید دور کی کلاسیک سے تعبیر کیا۔ "گجنی" میں کام کرنے والے باقی اداکاروں کا عامر کے بارے میں کہنا تھا کہ وہ ایک انتہائی باریک بین شخص ہے جو ہر معاملے کی مکمل تفصیلات جانے بغیر چین سے نہیں بیٹھتا۔

"گجنی" عامر خان کی عظیم ترین فلموں میں سے ایک ہے۔ این ڈی ٹی وی کے مطابق عامر خان نے اس فلم میں 360 ڈگری کا ٹرن لیا ہے۔

"گجنی" نے عامر خان، راج کمار ہیرانی اور ودھو ونود چوپڑا کو اکٹھا کر دیا۔ "منا بھائی ایم بی بی ایس" اور "لگے رہو منا بھائی" کے بعد راج کمار ہیرانی کے مداحوں کی ایک کثیر تعداد پیدا ہو چکی تھی۔ فلمساز اور ہدایتکار کی حیثیت سے ودھو ونود چوپڑا نے ہندی فلمی صنعت کے لیے کئی غیر معمولی فلمیں بنائیں جن میں "پرندہ"، "1942ء اے لو اسٹوری"، "ایکلویا" اور "منا بھائی" شامل ہیں۔ ہیرانی اور چوپڑا ایک ناول پر فلم بنا رہے تھے جس کا نام تھا "فائیو پوائنٹ سم ون" یہ ناول بہت بڑی تعداد میں فروخت ہوا۔ یہ ناول چیتن بھگت نے لکھا تھا۔ ادبی نقادوں نے اس کتاب کی مذمت کی تھی لیکن بھارت کے شہری علاقوں کے نوجوانوں میں یہ بہت مقبول تھی اور پھر اس کتاب سے ہی متاثر ہو کر ایک اور معرکۃ الآرا فلم بنائی گئی۔ یہ فلم 2009ء میں ریلیز ہوئی اور اس کا نام تھا "تھری ایڈیٹس" (Three Idiots)۔ یہ فلم جہاں ایک طرف بھارت کے موجودہ تعلیمی نظام پر ایک بھرپور طنز تھی اور دوسری طرف یہ تین بیوقوف نوجوانوں کی کہانی ہے جو اپنی زندگی تبدیل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ ان کے آدرش اونچے ہیں اور آرزوئیں بھی بلند، لیکن موجودہ نظام میں ان کا کوئی خواب پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ فلم کی ہدایتکاری بھی لاجواب تھی اور موسیقی بھی زبردست۔ عامر خان اور اس کے دیگر دو ساتھیوں کی اداکاری نے کروڑوں لوگوں کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ عامر نے پھر ایک مختلف کردار ادا کیا اور اس پر حقیقت کی مہر لگا دی کہ اب وہ کوئی روایتی کردار ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس فلم میں اعلیٰ درجے کی کامیڈی کی گئی بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ مزاحیہ اداکاری کو ایک نئے اسلوب سے مزین کیا گیا۔ فلم میں اگر کہیں کہیں ایسے مناظر ہیں تو ساتھ ساتھ انتہائی منفرد مزاحیہ اداکاری بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ کرینہ کپور، بومن ایرانی اور جاوید جعفری نے بھی شاندار اداکاری کا مظاہرہ کیا۔

فلم کے گیتوں نے بھی بھارت اور پاکستان میں تہلکہ مچا دیا۔ اس کے گیت لندن کے گلی کوچوں میں بھی گائے جاتے رہے۔ اس کے گانوں کی پکچرائزیشن بھی بہت خوبصورت تھی۔ فلم کے پہلے گیت نے مقبولیت کے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ اسے گیت نہیں بلکہ کورس کہنا چاہیے۔ وہ کچھ یوں تھا "ہونٹ بلاؤ، سیٹی بجاؤ، سیٹی بجا کے بولو بھیا آل از ویل" اس فلم کی پس پردہ موسیقی بھی بہت متاثر کن تھی۔ فلم کی سینما ٹوگرافی بھی انتہائی قابل تحسین تھی۔ فلم میں بڑے خوبصورت سیٹ لگائے گئے خصوصاً اس گانے کی پکچرائزیشن میں جو سیٹ لگائے گئے اسے فلم بینوں نے بہت پسند کیا۔ "زوبی ڈوبی"۔ یہ جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ ہر لحاظ سے ایک بہترین فلم تھی جس نے ریکارڈ بزنس کیا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق "تھری ایڈیٹس" نے چار ارب روپے کا بزنس کیا۔

اس فلم کی ریلیز سے پہلے ودھو ونود چوپڑہ نے صحافیوں سے تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ فلم میں جن تین بیوقوف نوجوانوں کو دکھایا گیا ہے وہ حقیقت میں بیوقوف نہیں، لیکن اس نظام میں وہ واقعی بیوقوف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ خود نظام تبدیل نہیں کر سکتے تو پھر یہ نظام بھی انہیں تبدیل نہیں کر سکتا اور ظاہر ہے ان حالات میں انہیں بیوقوف ہی کہا جا سکتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے اگر آپ نظام کو تبدیل نہیں کر سکتے تو پھر اس کا حصہ بن جائیں۔ لیکن اگر آپ کا مزاج یا آپ کی اصول پرستی اس چیز کی اجازت نہیں دیتی اور آپ محض تنقید اور طنز سے ہی اپنا کتھارسس کرتے رہتے ہیں تو اس سے کیا ہوگا؟ کسی بھی سماجی تبدیلی کے لیے بہت منظم قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر یہ نہیں تو آپ یقینی طور پر ایسے سماج میں رہنے کے قابل نہیں۔ یعنی آپ سماج میں مس فٹ ہیں۔ اپنی تسلی کے لیے آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سماج اس قابل نہیں کہ آپ اس میں زندگی گزار سکیں۔ ان حالات میں آپ انفرادی طور پر مزاحمت کریں گے تو وہ لاحاصل ہوگی۔ آپ کی پوری زندگی سعی لاحاصل (Futile exercise) کا استعارہ بن کے رہ جاتی ہے تو پھر آپ کو کیا کہا جائے گا احمق، گاؤدی، بیوقوف۔ "تھری ایڈیٹس" کا مرکزی خیال اسی فلسفے کے گرد گھومتا ہے۔ مزاحیہ مناظر بھی ایک طرح کا کتھارسس ہے جو ہدایتکار نے انتہائی ذہانت کے ساتھ فلمبند کیے ہیں۔

ونود چوپڑہ کہتے ہیں جب ہم نے یہ فلم شروع کی تو ہمارے ذہن میں عامر کی بجائے کوئی اور اداکار تھا۔ کسی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا اور اب ہم اپنے مرکزی اداکار کے بغیر ہی منصوبہ بندی میں مصروف تھے۔ میں نے عامر کو کسی کام کے لیے فون کیا تو اس نے مجھ سے اس فلم کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اسے بتایا کہ ہم ابھی تک فلم کی کاسٹ کے حوالے سے غیر یقینی صورتحال کا شکار ہیں۔ اس کے بعد عامر خود آیا اور اس نے سکرپٹ سنا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کا کریڈٹ عامر خان کو ہی جاتا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو 22 سالہ طالب علم بنانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔ میرے پاس اس کی توصیف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ ہماری خوش بختی تھی کہ ہمیں عامر خان جیسا اداکار مل گیا۔ میرا نہیں خیال کہ عامر کی جگہ کوئی دوسرا اداکار اس فلم کے

عامر خان "تارے زمین پر" کے ایک سیٹ پر ہدایات دیتے ہوئے

شاہ رخ خان سے کشیدگی کیوں؟

بالی وڈ میں کئی برسوں سے یہ بات زبان زد عام تھی کہ عامر خان کی شاہ رخ خان سے کشیدگی چل رہی ہے اور دونوں کے تعلقات تناؤ کا شکار ہیں۔ آخر اس کشیدگی اور مخاصمت کی کیا وجہ ہے؟ اس حقیقت کا پتہ بعد میں چلا۔ عامر خان کو اس بات کا قلق رہا کہ اسے کئی فلموں میں بہترین اداکاری کا فلم فیئر ایوارڈ نہیں دیا گیا حالانکہ بقول اس کے وہ اس کا مستحق تھا۔
1993ء میں وہ پرامید تھا کہ اسے "رنگیلا" میں بہترین اداکاری کرنے پر فلم فیئر ایوارڈ ملے گا لیکن یہ ایوارڈ شاہ رخ خان کو دے دیا گیا۔ اسی طرح بعد میں آنے والی کچھ اور فلموں کے حوالے سے بھی عامر یہ سمجھتا تھا کہ اس کے ساتھ مسلسل ناانصافی کی جا رہی ہے۔ اس نے مایوس ہو کر ایوارڈز تقریبات کا بائیکاٹ کر دیا اور کھلے عام کہا کہ یہ ایوارڈز میرٹ پر نہیں دیے جاتے بلکہ تعلقات اور لابیوں کی وجہ سے بانٹے جاتے ہیں۔ ایک دو بار اس نے شاہ رخ کے بارے میں سخت زبان بھی استعمال کی۔ اب شاید دونوں کے تعلقات خاصے بہتر ہو گئے ہیں۔ حال ہی میں شاہ رخ نے عامر کو موجودہ دور کے عظیم ترین اداکاروں میں سے ایک قرار دیا۔ عامر نے ایک مرتبہ میڈیا کو بتایا کہ اس کی کسی سے ذاتی دشمنی نہیں لیکن جہاں زیادتی اور ناانصافی ہوگی وہ خاموش نہیں رہے گا۔

عامر خان تین اداکاروں سے متاثر

بالی وڈ پرفیکشنسٹ نے کچھ عرصہ قبل ایک بھارتی ٹی وی کو انٹرویو میں بتایا کہ دلیپ کمار، راج کپور اور دیو آنند اس کے پسندیدہ فنکار ہیں اور اس نے ان تینوں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ دلیپ کمار سے میں نے یہ سیکھا کہ کیمرے کے سامنے کیسے کھڑا ہونا چاہیے، راج کپور کی فلمیں دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ کردار کو اپنے اوپر حاوی نہ کرو بلکہ خود اس پر حاوی ہو جاؤ۔ دیو آنند نے یہ بتایا کہ مکالموں کی ادائیگی پورے اعتماد کے ساتھ کرنی چاہیے، آپ کا انداز جیسا بھی ہے وہ آپ کا اپنا ہے لیکن اگر یہ بات سامنے آگئی کہ آپ میں اعتماد کی کمی ہے تو اس سے آپ کو خاصا نقصان ہو سکتا ہے۔ اس خامی کو ابتدا میں ہی دور کر لینا چاہیے ورنہ بعد میں یہ آپ کے لیے بڑی مصیبت کا باعث بن سکتی ہے۔

آپ بیتی

لیے وہ کچھ کرسکتا جو اس نے کیا۔ میں نے اس ملک کے ممتاز ترین اداکاروں کے ساتھ کام کیا ہے لیکن میں پوری ایمانداری سے کہتا ہوں کہ عامر چند بہترین اداکاروں میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایک شاندار انسان بھی ہے۔ آپ نے بہت کم ایسا دیکھا ہوگا کہ ایک شخص بہترین اداکار بھی ہو اور انسان کی حیثیت سے بھی باکمال ہو۔ اس کا کیوں اتنا احترام کیا جاتا ہے، اس کی سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ وہ اپنے کام سے بہت زیادہ مخلص ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ پیشہ ورانہ دیانت (Professional integrity) کا مجسمہ ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ وہ اپنے کردار کے حوالے سے مکمل تحقیق کرتا ہے۔ وہ ایک دم ورزش بند کرکے بیڈمنٹن کھیلنا شروع کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو یکسر تبدیل کر لیتا ہے۔ جب آپ لوگ عامر کو ''تھری ایڈیٹس'' میں دیکھیں گے تو آپ کے لیے یہ یقین کرنا مشکل ہو جائے گا کہ کیا یہ ''غجنی'' والا عامر خان ہے۔ جی نہیں! اس میں آپ 22 سالہ عامر خان سے ملاقات کریں گے۔ اسے اپنے کام سے کتنی شدید محبت ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ وہ روز صبح 6 بجے سیٹ پر آتا تھا اور رات کو دو بجے تک موجود رہتا تھا۔ اگلے دن وہ پھر صبح 6 بجے سیٹ پر موجود ہوتا تھا۔ وہ دوسروں کو یہ محسوس کراتا تھا کہ اسے سٹار نہ سمجھا جائے بلکہ وہ ان میں سے ہے۔ وہ اس بات کا بھی آرزومند تھا کہ اس کی خاطر کوئی پریشان نہ ہو اور نہ ہی کسی کو یہ سوچ کر فکرمند ہونا چاہیے کہ ایک سٹار کتنی تکلیف برداشت کر رہا ہے۔

انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ باقی سب کی طرح میں بھی ایک ورکر ہوں۔ مجھے بھی اپنا کام پوری محنت اور جانفشانی سے کرنا چاہیے۔ میں اپنے لیے ہرگز کوئی ''امتیازی سلوک'' نہیں چاہتا۔ جب میں ''تھری ایڈیٹس'' کی ایڈیٹنگ کے وقت اس کے مناظر دیکھتا ہوں تو مجھے یک گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ سب اداکاروں نے بہت معیاری کام کیا ہے۔ عامر خان، کرینہ کپور، شرمان جوشی، بومن ایرانی غرض سب نے کمال کر دیا۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اداکاروں کی ٹیم نے ہماری توقعات سے بڑھ کر پرفارمنس دی اور عامر ان سب کا لیڈر تھا۔ جب ایک سٹار ایک کافی شاپ پر تین شاٹس کے لیے بارہ گھنٹوں تک بیٹھا رہے تو باقی ٹیم پر کتنے زبردست اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایک فلمساز کی حیثیت سے مجھ سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا۔ فلم یونٹ کے ہر شخص حتیٰ کہ ڈرائی بوائے تک اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب ایک سٹار اتنی استقامت اور لگن سے کام کر رہا ہو تو ٹیم کے باقی لوگوں کا بھی فلم کے بارے میں رویہ یکسر تبدیل ہو جاتا ہے اور پھر وہ سب بھی زیادہ سے زیادہ محنت کرتے ہیں۔ عامر خان ان سب کے لیے ایک مثال (Bench mark) بن جاتا ہے۔

فلم کے ہدایتکار راج کمار ہیرانی کا کہنا ہے کہ جب میں ''لگے رہو منا بھائی'' بنا رہا تھا تو میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے آگے کیا کرنا چاہیے۔ اس وقت چیتن بھگت نے مجھے اپنی کتاب بھیجی۔ پھر میں نے انجینئرنگ کالج کے تین طلبا کی کہانی پر کام شروع کر دیا۔ لیکن جب ہم نے لکھنا شروع کیا تو کہانی تبدیل ہوگئی۔ آخر میں یہ ہوا کہ کتاب سے جو کچھ لیا گیا وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اب تو صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فلم بھارت میں تعلیمی نظام کی ناکامیوں پر ایک تبصرہ ہے۔ ''تارے زمیں پر'' میں بھی عامر نے تعلیم کے بارے میں ہی بات کی تھی اور اب حالات نے ہمیں دوبارہ اکٹھا کر دیا ہے۔ ہم ایک ایسے موضوع کو دلچسپ اور انوکھے انداز میں فلما رہے ہیں جو کئی حوالوں سے اہم ہے۔ یہ اس ملک کے کروڑوں طلبا کے مستقبل کا سوال ہے۔ ہماری پوری ٹیم ایک مشن سمجھ کر اس فلم میں کام کر رہی ہے اور ہمیں یقین کامل ہے کہ اس فلم کو عوام کی طرف سے بھرپور پذیرائی ملے گی۔

ودھو ونود چوپڑہ کی طرح راجکمار ہیرانی نے بھی کہا ''تھری ایڈیٹس'' بناتے وقت مجھے اس لیے زیادہ وقت پیش نہیں آئی کیونکہ ایک تو میرے پاس سکرپٹ موجود تھا دوسرے میرے پاس ایسے اداکار تھے جنہوں نے میری اس فلم کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر وقف کر دیا تھا۔ عامر میرے ساتھ چٹان بن کر کھڑا رہا۔ جب فلم کے تمام اداکار خاص طور پر سٹار فلمساز اور ہدایتکار کے پیچھے کھڑے ہو جائیں تو آپ سمجھ جائیے کہ ایک شاہکار فلم معرض وجود میں آئے گی۔ یہی کچھ ہمارے ساتھ ہوا۔ شوٹنگ کے حوالے سے ہمیں کچھ مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ مثال کے طور پر جب ہم لداخ گئے تو وہاں برفباری ہو رہی تھی۔ ہم اس وقت وہاں شوٹنگ نہ کر سکے اور ہمیں واپس جانا پڑا۔

دوسری بار 200 افراد کو لداخ لے کر جانا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں تھا۔ لیکن ہمیں عامر خان اور فلم کے باقی ارکان کی ہر قدم پر حمایت حاصل رہی۔ وہ 24 گھنٹے ہمارے ساتھ تھے اور اس فلم کو مکمل کرنا ان کے لیے گویا ایک جنون بن چکا تھا۔ میں نے عامر کے بارے میں یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ شخص سینما کو مکمل طور پر سمجھتا ہے۔ وہ معاون ہدایتکار، ہدایتکار اور فلم ساز رہا ہے۔ اس لیے فلم اس کے خون میں شامل ہے۔ کسی بھی ہدایتکار کے لیے وہ ایک ایسا اثاثہ ہے جو کم نہیں ہوتا جو فلم بنانے کے پورے عمل کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ ہمیں یہ ہوا کہ 125 دنوں کی شوٹنگ کے دوران میں نے نہیں دیکھا کہ عامر نے کبھی کوئی شکایت کی ہو۔ عام طور پر اداکار بیٹھتے ہیں اور اپنے شاٹ کا انتظار کرتے ہیں۔ بعض اوقات دو گھنٹے بھی لگ جاتے ہیں۔ ان دو گھنٹوں میں ان کے لیے کرنے کو کچھ نہیں ہوتا لہٰذا وہ اکثر یہ کہتے نظر آتے ہیں ''جلدی کرو، جلدی کرو۔'' لیکن عامر نے یہ بھی نہیں کہا ''جلدی کرو۔'' وہ سارے عمل کو بخوبی سمجھتا ہے وہ اس حقیقت سے آشنا ہے کہ ''جتنا کام لگے گا اتنا ٹائم لگے گا۔''

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب وہ کیمرے کے سامنے اور میں کیمرے کے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں وہ یہ سمجھ جاتا ہے کہ کیمرہ کیا کر رہا ہے۔ آپ کس قسم کے بھی لینز کا استعمال کریں اسے علم ہے کہ کیمرے کے سامنے کتنی دیر تک جانا ہے اور پھر کب ٹرن لینا ہے۔ ایسی مہارت کسی بھی اداکار کو برسوں کے تجربے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ دوسرے اداکار بھی اسی صلاحیت کے حامل ہوں لیکن عامر کے بارے میں، میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بدرجہ اتم یہ صلاحیت رکھتا ہے۔ اس میں ایک اور بڑی خوبی یہ ہے کہ فوری طور پر سمجھ جاتا ہے کہ ڈائریکٹر اس سے کیا چاہتا ہے اور پھر وہ فوری طور پر اپنے آپ کو ڈائریکٹر کے سپرد کر دیتا ہے۔ میں نے اس سے پہلے عامر کے بارے میں یہ سنا ہوا تھا کہ وہ ہدایتکار کے کام میں بہت مداخلت کرتا ہے لیکن میرے ساتھ ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا۔

سماجی تبدیلی کے علمبردار عامر خان انا ہزارے اور راج کمار ہیرانی کے ساتھ

''غجنی'' کی کامیابی کے جشن میں سلمان خان بھی عامر خان کی خوشیوں میں شریک

یہ ہیں ''تھری ایڈیٹس'': عامر خان، مدھاوان اور شرمان جوشی

''تلاش'' کا پوسٹر

البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی رائے ہے وہ اسے پیش کرے گا۔ لیکن وہ ہدایتکار سے کہتا ہے کہ آخری فیصلہ اسی کا ہوگا اور وہ اپنی سمجھ بوجھ اور بصیرت کے مطابق کام کرے، وہ اس کی پیروی کرے گا۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں ''نہیں نہیں عامر اس طرح نہ دیکھو'' تو وہ فوری طور پر آپ کی طرف توجہ دیتا ہے۔ کسی بھی ڈائریکٹر کے لیے یہ بڑے خوش کن لمحات ہوتے ہیں۔

شوٹنگ کے شیڈول کے دوران عامر کوئی اور کام نہیں کرتا، اگر کوئی اشتہاری فلم بھی ہو تو وہ اس سے اجتناب کرتا ہے۔ اگر آپ صبح دو بجے اسے جگا کر یہ کہیں کہ ایک شاٹ تیار ہے تو آپ کو انکار سننے کو نہیں ملے گا۔ ڈائریکٹر کو اس سے زیادہ راحت اور اطمینان کیا ملے گا۔

بعد کے عرصے میں عامر خان پروڈکشنز نے تین منصوبوں پر کام کیا۔ یہ تینوں فلمیں بنانا ایک جرأت مندانہ اقدام تھا۔ ان فلموں میں ''پیپلی لائیو''، ''دھوبی گھاٹ'' اور ''دہلی بیلی'' شامل ہیں۔ ''پیپلی لائیو'' انوشا رضوی کی بطور ہدایتکار پہلی فلم تھی۔ یہ فلم بھارت کی شہری زندگی کے حوالے سے ایک مزاحیہ فلم تھی۔ اہم بات یہ تھی کہ یہ بھارت کی پہلی فلم تھی جسے سن ڈانس فلم فیسٹیول میں مقابلے کے لیے منتخب کیا گیا اور بعد میں تراسیویں اکیڈمی ایوارڈ کے لیے سرکاری طور پر اسے بہترین غیر ملکی فلم کی حیثیت سے بھیجا گیا۔ کسی بھی بھارتی فلم کے لیے یہ کوئی کم اعزاز کی بات نہیں۔ لیکن جب بات عامر خان کی ہو تو سمجھ لیجئے کہ ہر بات اعزاز کی ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ وہ فنکار ہے جس کے بارے میں میڈیا کا یہ کہنا ہے: (An honourable man who works honourably)۔

یعنی وہ ایک معزز آدمی ہے اور ہر کام عزت سے کرتا ہے۔ ''دھوبی گھاٹ'' عامر کی اہلیہ کرن راؤ کی بطور ڈائریکٹر پہلی فلم تھی۔ ممبئی میں رہنے والے چار افراد زندگی کو کس طرح دیکھتے ہیں، آپ کو وہ اس فلم میں نظر آجائے گا۔ اس فلم کا پریمئر ٹورنٹو انٹرنیشنل فلم فیسٹیول میں ہوا اور اسے بھارت میں بھی بہت پسند کیا گیا۔ اس فلم کا سب سے زبردست پہلو یہ ہے کہ اس میں ممبئی شہر کی انتہائی حقیقت پسندانہ عکاسی کی گئی ہے۔ ''ہندوستان ٹائمز'' نے لکھا ''اس فلم کا مرکز ممبئی کی زندگی ہے۔ یہاں لوگ کیسے رہتے ہیں، ان کا طرز حیات کیا ہے، وہ کن مسائل اور تضادات کا شکار ہیں۔ شاید یہ دنیا کا وہ شہر ہے جہاں بہت سے طبقات مختلف حوالوں سے ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ ان کی خوشیاں، غم، امیدیں اور خواب سب ایک جیسے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ ہر طبقہ روز دوسرے طبقے پر کتنے بھرپور طریقے سے اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ ایک انتہائی متاثر کن فلم تھی۔'' ''دہلی بیلی'' بھی نایاب فلموں میں سے ایک ہے۔ اسے انگریزی زبان میں بنایا گیا ہے۔ فلم کے ہدایتکار ابھینے ڈیو کے مطابق یہ فلم دنیا بھر کے فلم شائقین کے لیے بنائی گئی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بھارت میں ایسی فلموں کی ضرورت ہے۔ اس کا جواب عامر خان یہ دیتا ہے کہ ہمارے پاس ایسی فلمیں ہونی چاہئیں جو ہم دنیا بھر کے شائقین کو دکھا سکیں۔ اس کا خیال ہے کہ مستقبل میں ہم ایسی فلمیں تیار کر سکتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ بھارتی فلموں کو عالمی سطح پر زبردست پذیرائی حاصل ہو۔ ظاہر ہے اس کے لیے سب سے بنیادی شرط یہ ہے کہ یہ فلمیں انتہائی معیاری ہوں، معیاری کا مطلب ہے ہر لحاظ سے معیاری۔ اب عامر کا دھیان اس طرف ہے۔ وہ بھارتی فلمی صنعت کو نئی رفعتوں کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ عامر خان جس کام کا بیڑہ اٹھا لے وہ اسے پورا کر کے ہی دم لیتا ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ مستقبل میں ''مسٹر پرفیکشنسٹ'' اور کیا معرکے سرانجام دیتا ہے۔

(ختم شد)

..........اور اس نے پھر دھماکہ کر دیا

30 نومبر 2012ء کو ریلیز ہونے والی فلم ''تلاش'' بھی حسب توقع باکس آفس پر کامیابی سے ہمکنار ہوگئی ہے۔ اس فلم میں عامر نے پولیس انسپکٹر کا کردار ادا کیا ہے اور حسب معمول بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ عامر اس فلم کے تین پروڈیوسرز میں سے ایک ہے۔ اس فلم کی کہانی سسپنس اور تجسس سے بھرپور ہے۔ عامر نے فلم کی ریلیز سے پہلے کہا تھا کہ جس طرح ''تیسری منزل، میرا سایہ، اور مدھومتی'' سسپنس سے بھرپور فلمیں تھیں اور یہ سب سپرہٹ ہوئی تھیں اسی طرح یہ فلم بھی کامیاب ہوگی۔ عامر کا کہنا تھا کہ یہ فلم اپنے ٹریٹمنٹ اور تکنیک کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے گی۔ رانی مکھرجی اور کرینہ کپور نے بھی بہت خوبصورت اداکاری کا مظاہرہ کیا۔ خاص طور پر کرینہ کپور نے ایک منفرد کردار ادا کیا ہے اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا لیا ہے۔ فلم کی ہدایتکار ریما کاگتی نے بڑی مہارت سے سب اداکاروں سے خوب کام لیا ہے۔ فلم میں ایک نئے اداکار نوازالدین صدیقی نے بھی چونکا دینے والی اداکاری کی ہے۔ آخری اطلاعات کے مطابق ''تلاش'' اب تک ڈیڑھ ارب سے زیادہ کا بزنس کر چکی ہے۔